يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى
وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ
خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ
حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کے ہاں کی نصیحت اور دلی امراض کی شفا اور ایمان داروں کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے * کہدو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے پس اسی پر خوش ہونا چاہیے۔ جس کو وہ جمع کر رہے ہیں یہ اس سے بہت بہتر ہے * کہو دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے لئے روزی اتاری ہے تم نے اس میں سے کچھ حرام بنا رکھا ہے اور کچھ حلال۔ کہدو کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی یا اپنے ہی اللہ پر بہتان باندھتے ہو۔
(۱۰/۵۷ تا ۵۹ * ت : ح)

۵۷۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم الشان نصیحت آئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان کے ذریعہ قرآن مجید تم کو پہنچ گیا۔ قرآن پیام بیداری ہے اور ایک یاد داشت ہے جو اچھی باتوں کی دعوت دے رہا ہے اور بری باتوں سے باز داشت کر رہا ہے کیونکہ یہ اوامر و نواہی اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور اللہ حکیم ہے جس کام کو کرنے کا حکم دے رہا ہے وہ یقیناً اچھا ہے اور اس کا نتیجہ اچھا ہوگا اور جس کام سے روک رہا ہے وہ یقیناً برا ہے اور اس کا نتیجہ برا ہوگا اچھا کام قابل رغبت اور برا کام قابل نفرت ہوتا ہے۔
* اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا بخش دوا ہے امراض قلبی سے مراد ہیں غلط عقائد اور اللہ کے سوا دوسری چیزوں سے دلوں کا لگاؤ اور وابستگی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے سینہ کا دکھ ہے فرمایا "قرآن پڑھا کرو اللہ نے (قرآن کے متعلق) فرمایا ہے "وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" اس حدیث کا شاہد واثلہ بن اسقع کی روایت میں ہے جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے * اور رہنما ہے صحیح عقائد و افکار کا، جنت کا اور اللہ کے قرب کے درجات کا راستہ بتاتا ہے * اور ایمان والوں کے لئے یہ اللہ کی طرف سے رحمت ہے ایمان والے ہی اس سے فائدہ اٹھانے والے اور اس کو پڑھ کر اور اس کی تعلیم پر عمل کر کے اللہ کی رحمت سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں (تفسیر مظہری)

۵۸۔ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں سے فرمایئے (فضل و رحمت ہر دو سے انزال قرآن مجید مراد ہے) اہل اسلام اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت یعنی قرآن کی وجہ سے خوشیاں منائیں یعنی اگر کوئی خوشی منانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ صرف فضل و رحمت الٰہی سے خوشی منائے۔ وہی فضل و رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ اموال فانیہ سے جمع کرتے ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

۵۹۔ عہد جاہلیت میں اہل عرب کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی اور سیاسی زندگی ان رسوم و رواج کی پابند تھی جو انہوں نے خود یا ان کے پیشواؤں نے وضع کئے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں احکام خداوندی کہا کرتے تھے اور بڑی سختی سے ان کی پابندی کرتے تھے اور جو شخص ان سے بال برابر انحراف کرتا اس کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لغو اور ضرر رساں رسم و رواج کی اصلاح کے لئے جب آواز بلند کی تو وہ برافروختہ ہو گئے۔ ان کی غلط روش پر سرزنش کی جا رہی ہے کہ تم اپنے خود ساختہ رسوم و قوانین کو اللہ کی طرف کیوں منسوب کر رہے ہو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی جس چیز کو چاہتے ہو حلال بنا دیتے ہو اور جس چیز کو چاہتے ہو حرام، جس بات کو چاہتے ہو جائز کر دیتے ہو اور جس کو چاہتے ہو ناجائز۔ یہ حق آخر تمہیں کس نے دیا ہے۔ ہر چیز کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے اور تم اس کے بندے ہو پھر یہ بات کیا تمہیں زیب دیتی ہے کہ اس کے بندے ہو کر اس کی چیزوں میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرتے رہو۔ ہرگز نہیں۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ★ مَوْعِظَةٌ: اسم مصدر، نکرہ۔ نصیحت ● شِفَآءٌ: بیماری سے اچھا ہونا اصل میں شَفِیَ یَشْفِیْ کا مصدر ہے اور مرض سے صحت پا جانے کے لئے بطور اسم مستعمل ہے ● رَحْمَةٌ: رحمت بخشش، مہربانی۔ رَحِمَ، یَرْحَمُ کا مصدر ہے۔ ترجمان القرآن میں ہے کہ "عربی میں رحمت عواطف کی ایسی رقت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے لئے احسان و شفقت کا ارادہ جوش میں آ جائے پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل، احسان سب کا مفہوم داخل ہے اور مجرد محبت، لطف اور فضل سے زیادہ وسیع ہے ● صُدُوْرٌ: سینے۔ صَدْرٌ کی جمع (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "(قیامت کے دن) قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھتا چلا جا اور جس طرح دنیا میں ترتیل کرتا تھا اسی طرح ترتیل کر کیوں کہ تیرا درجہ وہاں ہے جہاں تک تو آخری آیت پڑھنے پر پہنچے گا۔" (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

● فضل اللہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان اور رحمت سے اس کی ہدایت مراد ہے۔ مومن کو خود پر یا اپنی طاعت و خدمت پر بھروسہ کرنا نہ چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر یقین، اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہیے۔ دوسروں کا سرمایہ دنیا اور اس کی دولت ہے لیکن مومن کا سرمایہ فضل الٰہی۔ دوسروں کے خزینے مال و اسباب کے ہوں تو ہوں لیکن مومن کا خزانہ رحمت پروردگار ہے۔

● مشرکین بعض جانوروں کو بحائر، سوائب، وصائل نام دے کر کسی کو اپنے اوپر حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا کرتے تھے اس کی تردید فرمائی جا رہی ہے ★ ابوالاحوص روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور صورت اور لباس کی حیثیت سے میں بدحال تھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا خدا کا دیا سب کچھ موجود ہے اونٹ، گھوڑوں اور بکریوں کے گلے ہیں اور لونڈی غلام ہیں تو آپ نے فرمایا "پھر تم پر خدا کے آثار نعمت ظاہر کیوں نہیں ہیں؟"

وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا
مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ
فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا
أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُبِينٍ ۝ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ
لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو افتراء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹا کہ قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے * اور تم کسی کام میں ہو اور اس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور تم لوگ کوئی کام کرو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس کو شروع کرتے ہو اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز مگر یہ کہ ایک روشن کتاب میں ہے (کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے) * سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۱۰/ ۶۰ تا ۶۲ * ت: ص، ک)

۶۰۔ اور جو لوگ اللہ پر دروغ بندی کرتے ہیں ان کا خیال قیامت کے دن (کے سلسلہ) میں کیا ان کا یہ خیال ہے کہ قیامت کے دن ان کو اس دروغ بندی کی سزا نہیں دی جائے گی۔ نہیں ایسا ضرور ہوگا لفظ ما میں وعید کا ابہام بتا رہا ہے کہ اللہ کی طرف سے کافروں کو یہ شدید عذاب سخت طور پر دی گئی ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے اس نے عقل کی نعمت عطا کی اور ہدایت کے لئے کتابیں اتاریں اور پیغمبر بھیجے لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکر نہیں ادا کرتے اگر شکر ادا کرنا ہوتا تو عقل و نقل کے حاکم پر چلتے اور اللہ پر دروغ بندی نہ کرتے۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے بندے نافرمانی کرتے ہیں مگر اللہ دنیا میں فوراً ہی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا (ڈھیل دیتا رہتا ہے) (مظہری)

۶۱۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کسی کام کسی حال میں ہوں اور جب آپ رب کے فضل سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہوں ہم آپ کو ملاحظہ فرماتے ہوتے ہیں اور اے مسلمانو تم کسی کام میں مشغول ہو ہم تم کو جانتے ہیں کیونکہ اے محبوب آپ کے رب سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز چھپی نہیں۔ ذرہ اور ذرہ سے چھوٹی بڑی چیز سب کچھ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے یہ ہمارے علم تام کی ایک جھلک ہے یہاں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ عالم تین قسم کے ہیں عالم ملک جس کا مشاہدہ عوام کرتے ہیں۔ جیسے زمین و آسمان اور اس کی ظاہری چیزیں۔ عالم ملکوت جو

فرمایا گیا جیسے عرش و کرسی فرشتے وغیرہ۔ عالم جبروت
عوام کی نظر سے پوشیدہ ہے خواص کو ان پر مطلع
جو خاص الخاص بندوں کو دکھائے بتائے گئے جیسے روح، عالم امر، عالم انوار وغیرہا۔ لاہوت
وہ رب تعالیٰ کی ذات صفات ہیں جنھیں رب کریم ہی کما حقہ جانتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" (اشرف التفاسیر)

۶۲۔ اولیاء، ولی کی جمع ہے بمعنی قریب۔ مولانا ابوالسعودؒ نے فرمایا کہ اس سے وہ حضرات مراد ہیں جو
ایمان و اسلام میں خالص و مخلص ہیں اور قرب سے قرب روحانی مراد ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قریب
اس معنی پر ہوتے ہیں کہ وہ ہر وقت اسی کی اطاعت و معرفت میں مستغرق رہتے ہیں ان کی نگاہ قدرت
کے مناظر کو دیکھتی ہے اور ان کے کانوں میں آیات الٰہی کے سوا کوئی اور آواز نہیں پڑتی اور ان کی زبان پر
ذکر الٰہی کے سوا اور کسی شے کا گزر نہیں ہوتا گویا ان کی ہر حرکت رضائے حق کے لئے ہوتی ہے ان کی
ہر جدوجہد طاعت و عبادت خداوندی پر صرف ہوتی ہے * دونوں جہانوں میں انھیں کسی قسم کا گزند
نہیں پہنچے گا۔ خوف اس خطرہ کو کہتے ہیں جو مستقبل میں درپیش ہو * اور نہ وہ اپنے مقصد کی گمشدگی
سے غمگین ہوں گے۔ الحزن زمانہ ماضی میں انسان کو ہر اس خطرہ کا لاحق ہو جانا جسے یہ نہیں جانتا تھا
یا جس کے حصول کا طالب تھا وہ اسے نصیب نہ ہوا۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * ظَنٌّ: گمان، خیال، اٹکل، تخمینی بات، علم، یقین، شک، وہ اعتقاد راجح
کہ جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو۔ یہ ظَنَّ يَظُنُّ (نصر) سے کبھی مصدر ہو کر
مستعمل ہوتا ہے اور کبھی اسم ہو کر اور جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُونٌ آتی ہے ● شَأْنٌ: فکر
حال، کام، کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ برا ہو یا بھلا شان کہتے ہیں شُئُونٌ جمع۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید * جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں آخر وہ سمجھتے کیا ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان سے کیا برتاؤ
کریں گے * تو لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

● پہلے روئے سخن فخر موجودات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا اور بتایا گیا کہ تبلیغ حق کے لئے
آپ کی سعی و کاوش اور اس راہ میں جو زحمت و تکلیف آپ برداشت کر رہے ہیں۔ اپنے پر سوز و اثر انگیز
لہجہ میں آپ جس طرح آیات قرآنی تلاوت کر کے سناتے اور سمجھاتے ہیں یہ سب ہماری نظروں میں ہے *
ولا تعملون سے خطاب تمام انسانوں کو ہے کہ تمہارا کوئی عمل اور کام ہم سے پنہاں نہیں۔ روح المعانی میں ہے کہ
زمین سے مراد پستی اور آسمان سے مراد بلندی ہے یعنی ان دونوں سمتوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے
یا اس سے مراد دائرہ امکان و وجود ہے کیونکہ عرف عام میں دائرہ امکان و وجود میں پائی جانے والی ہر چیز کو فی الارض والسماء کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا

● یاد رکھو! جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لئے نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کئے رہے ✱ ان کے لئے خوش خبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں یہی تو بڑی کامیابی ہے ✱ اور آپ کو ان (کافروں) کی باتیں غم میں نہ ڈالیں۔ غلبہ تمام تر اللہ ہی کے لئے ہے وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (۱۰/۶۳ تا ۶۵ ✱ ت: م)

۶۳۔ ولایت کے ابتدائی درجہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اشارہ فرمایا۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لے آئے یعنی حقیقت ایمان ان کے اندر پیدا ہو گئی۔ ایمان دوسرے کی طرف توجہ ہی نہ (کرنے دے) پھر دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ اور (شرک و معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں یعنی اللہ کے اوامر و نواہی کی ظاہری اور باطنی ہر طرح پابندی کرتے ہیں۔ ابو داود نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء لیکن قیامت کے دن ان کے مرتبہ قرب کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ؟ وہ کون لوگ ہیں فرمایا "جو بندے خاص خدا (محض اللہ) کے لئے محبت رکھتے ہیں آپس میں نہ ان کی باہم رشتہ داریاں ہیں نہ مالی لین دین (کہ قرابت یا مالی لالچ کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے محبت ہو) خدا کی قسم ان کے چہرے (قیامت کے دن مجسم) نور ہوں گے بالائے نور جب اور لوگوں کو (عذاب) کا خوف ہوگا ان کو خوف نہ ہوگا جب اور لوگ غم میں مبتلا ہوں گے وہ غمگین نہیں ہوں گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ بغوی نے ابو مالک اشعری کی روایت سے بھی یہ حدیث اسی طرح نقل کی ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں بھی لکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت الا ان اولیاء اللہ ..... کا معنی دریافت کیا گیا فرمایا۔ "یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں" ابن مردویہ نے حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی ایسا ہی لکھا ہے (تفسیر مظہری)

۶۴۔ ان کے لئے خوش خبری ہے دنیا و آخرت میں ✱ اولیاء کرام کو دنیا و آخرت کے شرور اور ان کے مصائب و مشکلات سے نجات ہوگی ✱ البشریٰ مصدر ہے اس سے وہ بھلائیاں مراد ہیں جو ان کو بعجلت جیسے نصر، فتح اور غنیمت وغیرہ یا بدیر نوازا جاتا ہے ✱ حدیث شریف میں ہے کہ بشریٰ سے نیک خواب مراد ہے جسے مومن خود ہی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے ✱ بعض صوفیہ نے کہا کہ آیت میں بشریٰ سے اس رحمت کی

کو خوش خبری سناتے ہیں اور انسان کو موت کے وقت ملائکہ کرام سناتے ہیں اور آخرت میں اولیاء کو خوشخبری کی بھی چند وجوہ ہیں
آخرت میں اولیاء کرام کے ہاں ملائکہ حاضر ہو کر ہدیہ سلام پیش کریں گے جو کرامات و انعامات انہیں نصیب ہوں گے ان کی کامیابی
و کامرانی پر مبارکباد پیش کریں گے۔ آخرت کے انعامات و کرامات چند ایک یہ ہیں (۱) ان کے چہرے روشن و تاباں ہوں گے
(۲) انہیں اعمال نامے دائیں ہاتھ میں عنایت ہوں گے (۳) اور ان اعمال ناموں کو پڑھتے ہوئے مسرور ہوں گے (۴) آخرت
میں تا دخول جنت کئی مراحل و منازل طے کرنے پڑیں گے ✱ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو تبدل و تغیر نہیں یعنی جتنے وعدے اللہ تعالیٰ
نے اپنے بندوں سے کئے ہیں ان کا ہرگز خلاف نہیں ہوگا ✱ ازل میں جو احکام مرتب ہوئے ان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں۔
✱ وہ خوشخبری بہت بڑی کامیابی ہے۔ یہ ایسی کامیابی ہے کہ جس کی کنہ تک عقول و افہام نہیں پہنچ سکتے
کیونکہ یہ حسیکہ میں کامیابی سعادت دارین ہی ہے (تفسیر روح البیان)

۶۵۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار مکہ کی ان طعن تشنیع کی باتوں ان کی دھمکیوں ان کی عزت کے دعووں سے
کچھ بھی غم نہ کریں کیونکہ عزت تو رب تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے عزت دے اور جس سے چاہے عزت چھین کر
ذلیل کردے آج بظاہر کفار زور دار ہیں عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ یہ سب یا آپ کے غلام ہو کر مسلمان
ہوں گے یا ذلت و خواری سے ہلاک ہوں گے جیسا کہ اشارہ ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا بھی ہے ان کی بکواس
اور ان کے دل کی کیفیت سے چھپے نہیں (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ بُشْرٰی: خوش خبری، ایسی خبر جس کو سن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں
ہو جائیں ● تَبْدِیْلَ: بدلنا، تبدیلی، بدل ڈالنا، بروزن تفعیل مصدر ہے ایک چیز کو دوسری جگہ
رکھنے کا نام تبدیل ہے تبدیل کے لفظ میں بہ نسبت عوض کے عمومیت ہے عوض میں ایک چیز کے بدلے میں
دوسری چیز ہوتی ہے لیکن تبدیل مطلق تغیر کا نام ہے ● کَلِمٰتِ: قرآن مجید (راغب) یا احکام۔ ٤
وعدہ وعید (معجم) معلومات الٰہیہ (معجم) عجائب حکمت و قدرت (محلی) احکام ● الْفَوْزُ:
اسم فعل و مصدر، فتح، کامیابی، کامیاب ہونا ● عِزَّۃَ: عزت، غلبہ، زور، بزرگی، اقبال (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ اولیاء اللہ کو جو ایمان اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہیں یعنی جن کی قوت نظریہ
اور عملیہ مکمل ہیں ✱ خواہ یہ کسی مرتبہ (قرب و افضل الٰہی) میں پہنچیں اور کوئی حالت کشف و کرامت و ظہور
خرق عادات ان پر طاری ہو وہ بندگی کے حلقہ سے باہر نہیں ہوتے اور نہ تقویٰ کا لباس ان کے تن سے جدا ہوتا ہے
● دنیوی زندگی میں انہی کے لئے بشارت ہے۔ یہ بشارت وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو عموماً اور بعض
مخصوص صحابہ کو خصوصاً دی تھی ✱ اور آخرت میں یعنی جان نکلنے کے وقت مومن کی روح کو قرب الٰہی کی طرف لے جایا
جاتا ہے اور اللہ کی خوشنودی کی بشارت دی جاتی ہے اور قیامت کے دن قبر سے نکلنے کے وقت بھی انہی کو بشارت دی جائے گی
● اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم معاندین و منکرین کی باتوں سے آپ آزردہ خاطر نہ ہوں سب سارى عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ سننے والا جاننے والا ہے

(وہ جسے چاہتا ہے عزت دے اور جسے چاہتا ہے ذلت و خواری دیتا ہے)

أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ط وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ط إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ○
هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط إِنَّ فِي ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُونَ ○ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ط هُوَ الْغَنِيُّ ط لَهُ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط إِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ط أَتَقُولُونَ
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

سن لو بے شک اللہ ہی کے ملک ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں جتنے زمینوں میں اور کاہے کے پیچھے
جا رہے ہیں وہ جو اللہ کے سوا شریک پکار رہے ہیں وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے
اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ★ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اس
میں چین پاؤ اور دن بنایا تمہاری آنکھیں کھولتا بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں
کے لئے ★ بولے اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی پاکی اس کو وہی بے نیاز ہے اس کا ہے جو کچھ
آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں کیا اللہ پر وہ بات
بتاتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ★ (۱۰/۶۶ تا ۶۸ ت، ک)

۶۶۔ خوب سن لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو لوگ (ملائکہ، جن، انس) ہیں وہ اللہ کے (پیدا کیے
ہوئے مملوک و مقبوض اور بندے) ہیں۔ اور جب وہ ہستیاں جو تمام مخلوق میں اعلیٰ ہیں اللہ
کی محکوم و پرستار ہیں ان میں کوئی بھی رب ہونے کے قابل نہیں جو مخلوق نادان بے جان بے عقل ہے
وہ اللہ کی شریک اور مثل کیسے ہو سکتی ہے اس لئے جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ
ایسی مخلوق کا اتباع نہیں کرتے جو اللہ کی شریک ہو (کیونکہ اللہ کا کوئی شریک ہی نہیں) وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں
اپنے خیال میں جن کو شریک عبادت قرار دے رکھا ہے بس ان کی عبادت کرتے ہیں[۲۳] اور محض قیاسی
باتیں کر رہے ہیں یعنی ان معبودوں کو اللہ کا شریک قرار دینے میں جھوٹ بولتے ہیں یا یہ ان کی
محض من گھڑت ہے غلط طور پر یہ اپنے معبودوں کو شریک الوہیت قرار دے رہے ہیں (مظہری)
۶۷۔ اللہ وہ ہے جس نے رات کو تاریک بنایا تاکہ تم اس میں سکون پاؤ معاش کی طلب میں دن کی
تھکاوٹ رات کے آرام سے دور کرو۔ اور دن کو راہ دکھانے والا بنایا تاکہ تم معاش کی طلب میں
دن کو چل پھر سکو۔ بے شک ان تمام رات اور دن کے (جملہ) امور میں البتہ بکثرت آیات عجیبہ ہیں ان
لوگوں کے لئے جو تدبر سے سنتے ہیں اور مواعظ قرآن سے عبرت حاصل کرتے ہیں چونکہ صرف یہی حضرات
آیات سے نفع پاتے ہیں اسی لئے ان کا نام لیا گیا ورنہ آیات ہر ایک کے لئے عبرت ہیں (روح البیان)

[۲۳] یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ما یتبع میں ما استفہام انکاری ہو اور ... اس کا عطف من فی السموات پر ہو

۶۸۔ یہ لوگ ایسے بے وقوف ہیں کہ کہتے ہیں اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی کوئی کہتا ہے کہ وہ بیٹے والا ہے۔ کوئی
کہتا ہے کہ وہ کے بیٹیاں ہیں۔ اے مسلمانو! تم ان کے جواب میں اپنے رب کی پاکی بولو کہ وہ عیب سے پاک ہے
اولاد محتاجی یا فنا کی نشانی ہوتی ہے دیکھو چاند سورج کو قیامت تک فنا نہیں تو ان کے لئے اولاد نہیں
جنت دوزخ میں انسانوں کو فنا نہ ہوگی تو ان کے لئے اولاد بھی نہ ہوگی رب تعالیٰ غنی ہے نہ
اسے فنا ہے نہ محتاجی۔ نیز باپ اپنے اولاد کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ وہ ہر ماسوٰی کا مالک ہے نیز یہ
عقیدہ عقل کے بھی خلاف ہے اور حضرات انبیاء کی تعلیم کے بھی خلاف تمہارے پاس اس کی کوئی
عقلی نقلی دلیل نہیں تعجب ہے کہ بلا دلیل دعویٰ تو دنیوی کاموں میں نہیں سنا جاتا تم آخرت بلکہ
ذات باری کے لئے بے دلیل باتیں بکتے جاتے ہو (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✱ یَخْرُصُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع خرص مصدر (نصر) وہ قیاسی باتیں کرتے
ہیں ● مُبْصِرًا : اسم فاعل واحد مذکر حالت نصب اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) اَبْصَارٌ متعدی
بیک مفعول بھی ہے جیسے اَبْصَرَہٗ اس کو دیکھا جانا سمجھا اور متعدی بدو مفعول بھی جیسے اَبْصَرَہٗ
اِیَّاہُ اس نے اس کو وہ چیز دکھا دی۔ اسی اختلاف کی وجہ سے مُبْصِرًا دیکھنے والے کو بھی کہتے ہیں اور دکھانے
والے کو بھی کہتے ہیں جو خود واضح اور روشن ہو وہ بھی مبصر ہے جو دوسروں کو واضح اور روشن کردے وہ
بھی مبصر ہے دن خود بھی روشن ہے اور دوسری چیزوں کو روشن بنانے والا بھی ہے ● غَنِیٌّ : بے نیاز،
غیر محتاج، کم محتاج، قانع، مالدار، غنی، صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَغْنِیَاءُ جمع غِنًا اسم فعل
امام راغب نے لکھا ہے کہ غنا کے تین معنی ہیں ۱۔ بالکل محتاج اور ضرورت مند نہ ہونا بے نیاز ہونا
ایسا غنی سوائے خدا کے کوئی اور نہیں۔ ۲۔ کم ضرورت مند ہونا، قانع ہونا، یہ صفت ہر قانع کی ہے
۳۔ مالدار ہونا (المفردات) ● سُلْطٰنٍ : زور، قوت، حجت، برہان، سند ● (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ مشرکین جو اصنام کی عبادت
کرتے ہیں وہ اصنام نہ ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر، نہ ان مشرکین کے پاس کوئی معقول دلیل ہے وہ تو محض
اوہام، اٹکل، اور قیاس آرائیوں کی پیروی کر رہے ہیں

● اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے علیم و حکیم و سمیع و بصیر ہونے کی ناقابل تردید دلیل پیش کی جارہی ہے
دیکھو تو سہی جس نے تمہارے آرام کے لئے رات بنائی اور دیکھنے کے لئے دن بنایا البتہ اس قوم کے لئے جو سن
سکتی ہے اس میں بڑی بڑی قدرت کی نشانیاں ہیں

● اللہ تعالیٰ پاک و بے نیاز ہے کسی چیز کا حاجت مند نہیں کسی کی اس کو احتیاج نہیں ✱ اسی کا ہے جو کچھ
آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی اس کی مخلوق اور ملک ہے ✱ عقائد کے لئے تو ناقابل شک قطعی دلیل کی
ضرورت ہے

قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ
إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ ع
وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ
مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَ
شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۝

کہہ دو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بناتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے *
کچھ دنیا کا برت لینا ہے پھر تو ان سب کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے پھر ہم ان
کو ان کے کفر کی وجہ سے عذاب شدید کا مزہ چکھا دیں گے * اور ان کو نوح (علیہ السلام)
کا حال سنا دو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا کھڑا ہونا (وعظ کرنے
کے لئے یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ میرا رہنا) اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے سمجھانا بھی شاق
گزرتا ہے (تو لو) میں نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے پھر تم اور تمہارے معبود مل کر (میرے
مارنے کا) پکا ارادہ کر لیں اور تمہارا وہ ارادہ تم ہی سے کسی پر مخفی بھی نہ رہے۔ پھر
میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ (۱۰/۶۹ تا ۷۱ * ت : ح)

۶۹ - قل اس میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس کے معنی ہیں کہ کافروں کو متنبہ کر دو تاکہ آپ
کی تبلیغ مکمل ہو جائے وہ کافر مانیں یا نہ مانیں اور یہ تنبیہ ظاہراً کسی خاص جماعت کو نہیں اس لئے گویا
ارشاد ہوا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون لفظ اِنَّ اس لئے ارشاد ہوا کہ
ان کا گمان تھا کہ ہمارے یہ افترا اللہ کے قرب اور دنیاوی مال و دولت کے حصول کی شاندار کامیابی
ہے ان کے اس فاسد گمان کو حتمی طور پر توڑا جا رہا ہے کہ نہ تم کو قرب الٰہی نصیب ہو اور اسلام
ترک کرنے سے نہ تمہاری دنیاوی عزت باقی۔ یہ بدنصیبی اور ناکامی کیوں ہوئی کہ یفترون علی
اللہ الکذب - یفترون افتراء سے بنا جس کے معنی ہیں جان بوجھ کر سمجھتے ہوئے اپنے پاس سے
کوئی بات بنا لینی - یہ لوگ بہت سی خود ساختہ باتیں بنا لیا کرتے تھے الذین سے ان کے عالم
لوگ مراد ہیں کیونکہ وہی ایسے عقیدے بنایا کرتے تھے کہ عوام ان سے سن کر ایمان لے آیا کرتے تھے
علی اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ کے متعلق کذب جھوٹی بات جیسے کہ اللہ کا شریک ٹھہرانا - حضرت
عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہنا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا * لا یفلحون وہ لوگ کامیاب نہ ہوں گے
ان کو اپنی دنیوی عزت پر مغرور نہ ہونا چاہئے اور نہ کسی مسلمان کو ان کی سلطنت دولت حکومت وغیرہ
پر فکرمند ہونا چاہئے نہ کوئی شخص اس بات سے ان کو سچا سمجھے (اشرف التفاسیر)

۷۰۔ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ گویا کسی نے عرض کیا کہ انھیں کیسے لا یفلحون کہا گیا حالانکہ دنیا میں وہ قسم قسم کی لذیذ اور عجیب و غریب نعمتوں سے مالا مال ہیں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ دنیا کا مال و متاع چند روزہ ہے جو تھوڑے عرصہ کے بعد ان سے چھین جاتا تھا اور وہ خود بھی خاک ہو کر خاک میں مل جاتے تھے پھر موت کے بعد ان کا ہماری طرف رجوع ہوتا۔ پھر ان کے کفر کی وجہ سے ہم انھیں سخت عذاب کا مزہ چکھاتے تھے یعنی اپنے کفر کی وجہ سے دائمی بدبختی اور شقاوت میں رہتے تھے پھر ان بدبختوں کو فلاح و نجات کہاں (روح البیان)

۷۱۔ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ کو جنھوں نے تمہیں جھٹلایا ہے اور مخالفت کی ہے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات سنا دو۔ قوم نوح نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تو اللہ نے کس طرح ان کو ہلاک کر دیا تاکہ مشرکین مکہ افسوس کے نتیجے کو دیکھ کر یہ سوچیں کہ کہیں انھیں بھی ہلاکت سے سامنا نہ ہو۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اگر ایسا ہی تم کو میرا تمہارے درمیان ٹھہرنا اور تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے نصیحتیں کرنا گراں گزرتا ہے تو خیر مجھے بھی یہ پرواہ نہیں میرا بھروسہ تو اللہ پر ہے تمہیں گراں گزرے یا نہ گزرے میں تو تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا۔ اچھا تم اور تمہارے شرکاء یعنی اصنام جن کی تم اللہ کے بجائے پرستش کرتے ہو سب یکدل ہو جاؤ اور اپنی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو اور ہر طرح اپنے کو مضبوط بنا لو اور تم کو یہی گمان ہے کہ تم صحیح ہو تو میرے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر دو مجھے تھوڑی سی مہلت نہ دو جو کچھ کر سکتے ہو کر گزرو مجھے تمہاری پرواہ ہے نہ خوف (ابن کثیر)

لغوی اشارے ★ مَتَاعٌ: اسم مفرد، مرفوع نکرہ۔ اَمْتِعَۃٌ جمع۔ معاش، فائدہ، نفع وہ سامان جو کام آتا ہے جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ مُتْعَۃٌ فائدہ اندوزی۔ مَتْعٌ اور مُتُوعٌ (باب فتح) دن نکلنا، طویل ہونا، چڑھنا اٹھنا۔ (لغات القرآن)

مفہومات نزول ★ آپ فرما دیجیے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کرتے ہیں وہ ہرگز ہرگز کامیاب و سرخرو نہ ہو سکتے ان کے لیے جہنم ہے جہاں سے وہ نکلنے نہ پائیں گے نہ بچ سکیں گے اور جنت میں نہیں جا سکیں گے

- دنیا میں چند روزہ آرام و راحت اور لطف اندوزی ہے پھر اس کے بعد انھیں ہماری طرف ہی واپس لوٹنا ہے پھر ہم انھیں ان کے کفر و شرک کی سزا اور تلخ سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے
- اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کو سنانے کا حکم فرمایا ★ حضرت نوح علیہ السلام کا شمار قدیم ترین انبیاء میں ہوتا ہے ★ حضرت نوح علیہ السلام نے بہت بڑی مدت تک اپنی قوم کو دعوت حق دی انسانی اصلاح کے لئے مسلسل وعظ و نصیحت فرماتے رہے ★ قوم مسلسل مخالفت کرتی رہی۔ شرک و کفر، سرکشی و نافرمانی میں مبتلا رہی جس کا خمیازہ ہلاکت و بربادی کی صورت میں بھگتنا پڑا۔

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ
أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ
خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا
بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ۝

پس پھر اگر تم منہ موڑے رہو تو نہیں طلب کیا میں نے تم سے کچھ اجر نہیں میرا اجر مگر اللہ کے ذمہ
اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں مسلمانوں سے * تو آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا
پس ہم نے نجات دی انھیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے اور ہم نے بنا دیا انھیں ان کا
جانشین اور ہم نے غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ ذرا دیکھو کیسا انجام
ہوا ان کا جنھیں ڈرایا گیا تھا * پھر ہم نے بھیجے (نوح علیہ السلام) کے بعد اور رسول ان کی
قوموں کی طرف پس وہ لائے ان کے پاس روشن دلیلیں تو وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے
اس پر جسے وہ جھٹلا چکے تھے پہلے یونہی ہم مہر لگا دیتے ہیں سرکشوں کے دلوں پر۔ (۱۰/۷۲ تا ۷۴ * ت: ص)

۷۲۔ پھر بھی تم اگر اعراض ہی کئے جاؤ تو اتنا سمجھ لو کہ میں تم سے کسی معاوضہ کا طالب نہیں * جزاء کو حذف کر کے جزاء کی علت کو اس کے قائم مقام ذکر کیا ہے اصل مطلب (تشریحی) اس طرح ہے کہ اگر تم میرے وعظ و نصیحت سے اب بھی روگردانی کرو گے اور میری بات نہیں مانو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یا اللہ تم کو عذاب دے گا کیونکہ تمہاری روگردانی کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ قبول حق سے کوئی امر مانع نہیں اس وعظ و تذکیر میں میرا کوئی مقصد نہیں ہے اس دعوت کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا کہ تم معاوضہ ادا کرنے سے قاصر ہو اور اس لئے روگردانی کر رہے ہو یا مجھ پر (دنیا طلبی کی تہمت) لگا۔ مگر یا یہ مطلب ہے کہ روگردانی کرو گے تو خود اپنا نقصان کرو گے میرا کچھ نقصان نہ ہوگا میں تم سے معاوضہ کا طالب تھا ہی نہیں کہ تمہاری روگردانی سے مجھے معاوضہ نہ ملے تمہارا ہی نقصان ہوگا تم ہی ہدایت سے محروم ہو گے۔ اس دعوت و وعظ کا میرا معاوضہ تو بس اللہ کے ذمہ ہے یعنی تم سے معاوضہ کا کوئی تعلق نہیں تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میرے عمل کا ثواب تو اللہ دے گا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے حکم کی اطاعت کروں ایمان لاؤں اعمال میں بھی اتباع حکم الٰہی کروں اور لوگوں کو بھی دعوت دوں سو اس حکم کی تعمیل میں تبلیغ کا ادا کر رہا ہوں (بحوالہ مظہری)

۷۳۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو نوح علیہ السلام کا قصہ سنائیے اور ان کی فلاں فلاں بات بیان کیجئے کہ جب انھوں نے نوح علیہ السلام کی تکذیب پر اصرار کیا تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا

ہم نے نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے نجات دی اور ان کو بھی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے وہ اَسّی (۸۰)
افراد تھے چالیس مرد اور چالیس عورتیں (کذا فی البستان) یا معنی یہ ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں
کو بیان پر نجات دی اس معنی پر فی الفلک ، نجینٰہ سے متعلق ہے اور پہلے معنی پر استقر کے ✶ اور ہم نے
انھیں زمین کا جانشین یعنی جو طوفان میں تباہ و برباد ہوئے ان کا انھیں جانشین بنایا اور ہم نے طوفان میں
آیات کی تکذیب کرنے والوں کو غرق کر دیا۔ پس منذرین (ڈرائے ہوئے لوگ) کی عاقبت دیکھیے
(روح البیان)

اس سے نوح علیہ السلام کی قوم مراد ہے۔
ہوئے۔ جب تک حضرت نوح علیہ السلام حیات ظاہری سے موجود رہے اس وقت تک (طوفان سے بچ
جانے والے) تو وہ مسلمان رہے (حضرت نوح علیہ السلام) کے بعد پھر جب لوگوں کو شیطان نے
گمراہ کیا تو ہم نے ان قوموں میں (حضرات) صالح ہود ذ ابراہیم لوط شعیب علیہم السلام جیسے
اولوالعزم رسول بھیجے اور وہ حضرات انبیاء کرام ظاہر تاوقت خداوندی اور اپنی نبوت کے ثبوت
میں بہت معجزے لے کر آئے مگر گمراہ لوگوں نے پہلے پہل انکار کیا پھر اسی پر ڈٹ گئے۔ انھیں کی برائی
پر غور نہ کیا۔ یہ ان کی سختی دل اس لئے تھی کہ ان کے دلوں پر ہم نے مہر لگادی تھی اسی طرح
ہم مجرم کو پہلے پہل ڈھیل دیا کرتے ہیں اس کے بعد پھر دل بند کر دیا جاتا ہے جو کبھی اسلام کی حدود
کا خیال نہ رکھے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے
(اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ✶ اَجْر : مزدوری، ثواب، مہر، بدلہ، اُجُوْر جمع ● اَکُوْنُ : میں ہوں۔ کَوْنٌ
سے جس کے معنی ہونے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ افعال ناقصہ میں سے ہے جو مخاطب کو پورا
فائدہ دینے کے لئے اپنے اسم کے علاوہ خبر کے بھی محتاج ہیں ● نَطْبَعُ : جمع متکلم مضارع۔ طَبْعٌ مصدر
(فتح) ہم مہر لگا دیں۔ ہم مہر لگا دیتے ہیں۔ طبع مہر لگانا، چھاپ لگانا۔ نیز طبع ختم اور
نقش سے خاص ہے۔ طابع، ٹھپہ، چھاپ، طبیعت اور طباع انسان کی خلقی حالت اور وہ عادت
جو خلقی حالت کی طرح ناقابل زوال بن گئی ہو
(لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ پھر اگر نہ مانو تو میں نے تم سے کچھ اجرت بھی نہیں مانگی ہے میری اجرت تو اللہ تعالیٰ
ذمہ کرم پر ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہو کر رہوں

● جب طوفان کے بعد وہی اسی آدمی کشتی سے باہر آئے تو سوائے حضرت نوحؑ اور آپ کے تین صاحبزادوں سام حام
اور یافث اور ان کی بیویاں ہی سلامت رہے ان تینوں حضرات کی اولاد بڑھی

● حضرت نوحؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء و رسل کو روشن نشانیوں دلیلوں اور معجزات دے کر بھیجا۔ پھر بھی یہ
قومیں اپنی تکذیب و کفر کی روش پر ہی اڑی رہیں انھوں نے نبیوں کو اور ان کے پیغام کو جھٹلایا ان لوگوں کے دلوں کی سختی کا سبب
یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تھی کہ وہ نہ حق جان سکتے تھے اور نہ حق کو سمجھ سکتے تھے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا
وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا
لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۖ اَسِحْرٌ هٰذَا
وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○

پھر ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا فرعون
اور اس کے سرداروں کے پاس سو انہوں نے رعونت کی اور وہ لوگ تھے ہی جرم شعار
* سو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچا تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے
* موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تم حق کے بارے میں یہ کہتے ہو جب وہ تمہیں پہنچ گیا۔ کیا
واقعی یہ جادو ہے درآں حالیکہ جادوگر فلاح نہیں پاتے۔ (۱۰/۷۵ تا ۷۷ * ت: م)

۷۵۔ پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰؑ بن عمران اور ان کے بھائی ہارون کو فرعون اور اس
کی قوم کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ چونکہ اگلی آیت میں قوم فرعون
کی سرکشی کا بیان کیا گیا ہے اس لئے اس جگہ فرعون کے ساتھ سرداران قوم کا لفظ بھی
ذکر کر دیا۔ پس انہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور وہ تھے ہی مجرم لوگ۔ یعنی حضرت
موسیٰ و ہارون کی بات ماننے کو حقیر سمجھا اور متکبر ہو گئے اس لئے اتباع نہیں کیا اور
وہ جرم کے خوگر تھے اور عادی تھے اس لئے انہوں نے رسالت کے پیام کو حقیر سمجھا اور [illegible]
۷۶۔ تو جب ان کے پاس حق (معجزات) آیا (صاوی) حق سے مراد یہاں معجزہ عصا
اور ید بیضا وغیرہ ہیں جنہیں کہ سب سے پہلے یہی دکھایا گیا * لَمَّا سے خبر دینا مراد ہے
نہ کہ شرط۔ جَآءَ یا لازم ہے یا متعدی۔ اگر لازم ہے تو اس کا فاعل حضرت موسیٰ کا
معجزہ ہے اگر متعدی ہے جس کا ترجمہ ہوگا لے آئے تو فاعل خود حضرت موسیٰ لفظ حق
منصوب ہو کر جَآءَ فعل کا مفعول بہ ہوگا۔ مگر ہماری قرأت میں جَآءَ لازم ہے یعنی حق آگیا *
جب فرعون اور فرعونیوں نے یہ دونوں معجزے دیکھ لئے تو بجائے قول نرم ہونے اور
ایمان لانے کے دل میں ان انبیاء کرام سے متنفر ہو گئے اور نفرت و تکبر کی بنا پر یہ کہا
اِنَّ یہ جملہ اسمیہ حالیہ کا مقولہ ہے گویا کہ معجزے کو یقینی طور پر انہوں نے جادو سمجھا کیوں کہ
اس زمانے میں جادو بہت جاری تھا * بعض نے کہا کہ فرعونیوں نے اس سے پہلے معجزہ دیکھا
ہی نہ تھا نہ کوئی نبی اس سے پہلے ان میں آیا اس لئے انہوں نے اس کو جادو ہی سمجھا مگر یہ غلط ہے
ورنہ وہ خود معجزے کا مطالبہ نہ کرتے اور جادوگر اس وقت بھی دربار میں موجود تھے جن کو یہ

کو پتہ تھا کہ یہ جادو نہیں مگر انہوں نے اس کا اظہار نہ کیا محض عناد کی وجہ سے ۔ (بحوالہ اشرف التفاسیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفہام انکاری توبیخی کے طور پر فرمایا ۔ کیا تم اس کے لئے جادو کہتے ہو جو جادو سے کوسوں دور ہے اور جادو تو باطل محض ہے اور یہ معجزات سراسر حق ہیں جب تمہارے پاس آیا یعنی حق کی تشریف آوری کے وقت یا جب تم نے اس سے واقفیت حاصل کی یا حق کا نام سنتے ہی بلا تامل و بلا تاخیر تم نے انکار کر کے اسے جادو کہہ دیا بہر حال جیسے بھی ہو تمہارا حق کو جادو کہنا حقیقت کے سراسر خلاف ہے ★ وہ امر جو بالکل واضح اور ایسا ظاہر ہے جس کا ہر ایک مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے حق ہونے میں کسی کو شک کی گنجائش ہی نہیں جسے دیکھنے والی آنکھ نصیب ہے کیا وہ اسے جادو کہہ سکتا ہے ★ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ذی شعور اسے جادو کہہ نہیں سکتے اور بے وقوفوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ★ کیا تم حق کو جادو کہتے ہو حالاں کہ جادو کے مرتکب کو کامیابی اور مقاصد کا حصول نہیں ہوتا بلکہ وہ مصائب و مشکلات میں گھر جاتا ہے اور میرے جیسے سے جادو کا صدور کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ میرے جیسے اللہ تعالیٰ سے تائید حاصل کئے ہوئے ہیں اور میرے جیسے ہر مقصد پا لیا ہے اور ہر دکھ اور تکلیف سے نجات پانے والے ہیں ۔ (بحوالہ روح البیان)

لغوی اشارے ★ مَلَائِهٖ : اسم جمع مضاف مجرور ۔ سرداروں کی جماعت ۔ سرداران قوم ● مُجْرِمِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور و منصوب نکرہ ۔ مجرم واحد ، اجرام مصدر ، باب افعال ، کافر ، گنہگار ● سِحْرٌ : جادو ، جادو کرنا ۔ سَحَرَ یَسْحَرُ کا مصدر ہے یہ مصدر شاذہ ہے ۔ امام ابوبکر جصاص رازی احکام القرآن میں رقمطراز ہیں " اہل لغت ذکر کرتے ہیں کہ سحر کی اصل لغت میں اس شے کے لئے ہے جو لطیف ہو اور جس کا سبب مخفی ہو اور سَحَر ان کے نزدیک بالفتح بمعنی غذا کے ہیں کہ وہ مخفی ہوتی ہے اور مجاری لطیف ہوتے ہیں (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا ★ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران تھے ★ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور ان سے عمر میں تین سال بڑے تھے ★ اس زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب تھا یا قابوس ★ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نو معجزات ظاہر کیے وہ ۱۔ عصا ۲۔ ید بیضا ۳۔ طوفان ۴۔ ٹڈی دل ۵۔ جوئیں ۶۔ مینڈک ۷۔ خون ۸۔ طمس اور ۹۔ فلق بحر تھے

● فرعون اور اس کے درباری امراء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظاہر کردہ معجزات کو بھی اپنی نادانی اور جاہلیت کے سبب ساحرانہ شعبدہ بازی ہی سمجھتے رہے ۔ قوم فرعون کو فن ساحری میں درک تھا

● حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں سے فرمایا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچی ہو ایسی بات کہتے ہو کہ یہ جادو ہے ۔ کیا یہ جادو ہے؟ حالاں کہ جادوگر ساحر شعبدہ باز کامیاب نہیں ہوا کرتے

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ
فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ
سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝

بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے
باپ دادا کو پایا اور زمین میں تم دونوں کی بڑائی رہے اور ہم تم پر ایمان لانے کے نہیں ✻
اور فرعون بولا ہر جادوگر علم والے کو میرے پاس لے آؤ ✻ پھر جب جادوگر آئے
ان سے موسیٰ ؑ نے کہا ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔ (۱۰/۷۸ تا ۸۰ ✻ ت: ک)

۷۸۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس مذہب
پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا اس سے ہم کو پھیر دو (موڑ دو۔ قتادہ۔ یعنی بت پرستی
یا فرعون کی پرستش سے ہم کو پھیرنے کے لئے آئے ہو) اور تم دونوں کو ملک مصر میں حکومت (حاصل)
ہو جائے اور ہم تمہاری بات کو سچا نہیں مانیں گے ✻ کبریاء سے مراد ہے حکومت
اور اقتدار اعلیٰ۔ بادشاہی میں غرور و نخوت پیدا ہو ہی جاتا ہے اسی لئے بادشاہت کا نام ہی غرور رکھ دیا (مظہری)
۷۹۔ فرعون نے جب دیکھا کہ اب اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے دلائل کا کوئی جواب نہیں تو
اس نے اب اپنی جماعت کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہئے کہ
جس سے موسیٰ علیہ السلام پسپا ہو جائیں (جیتنے نہ پائیں) سب کا اتفاق ہوا کہ جادوگروں کو بلایا جائے
(خیال چہ حسب قرارداد) اس نے کہا۔ لاؤ میرے پاس ایسے جادوگر جو اپنے فن میں
یکتا ہوں جن کا عالم دنیا میں کوئی مدمقابل نہ ہو اور وہ آکر موسیٰ علیہ السلام کا (سامنا کریں) (روح البیان)
۸۰۔ جب جادوگر آئے۔ تفسیر صاوی نے فرمایا اسی ہزار جادوگر تاریخ مقررہ پر جمع ہوئے اور ان کی سواری کے اسی
ہزار گھوڑوں اور اونٹوں کے علاوہ تین سو اونٹ وہ تھے جن پر ان کے جادو وغیرہ کا سامان لدا ہوا تھا ✻ اللہ اکبر
یہ سب فرعون کے دل میں ہیبت کلیم اللہ علیہ السلام ✻ مجمع لگ گیا اور سارا اجتماع چار حصوں میں تقسیم ہوا
پہلا گروہ فرعون اور درباریوں کا تخت شاہی پر۔ دیگر تماشائی زمین پر۔ میدان کے ایک طرف اسی ہزار
جادوگر بوڑھے اور جوان۔ میدان کی دوسری طرف صرف دو صاحبان حضرت موسیٰ علیہ اللہ و ہارون علیہما السلام
✻ جب یہ سب اکٹھا اجتماع ہو گیا کہ دنیا نے اس سے پہلے ایسا مجمع نہ دیکھا تھا اسی اہتمام
کو ظاہر زمانہ کے لئے رب تعالیٰ نے اس جادو کے مقابلے کا چار سورتوں میں ذکر فرمایا۔ ۱۔ سورہ
اعراف ۲۔ سورہ یونس ۳۔ سورہ طٰہٰ اور ۴۔ سورہ شعراء ✻ سب انتظامات مکمل
ہونے کے بعد پہلا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جادوگرو ! پھینکو جو جادو کا

مشعبدہ پھینکنا چاہتے ہو۔ القوا القاء سے بنا ہے جس کے معنی زمین پر پھینکنا ہیں وہ چیز نظر آ رہی ہے
انہ ما ہت رہے ٹوٹے ہوئے نہیں۔ طرح کے معنی پھینکنا ہیں وہ چیز ٹوٹ پھوٹ کر نظر سے اوجھل
ہو جائے۔ آپ کا یہ فرمانا جادو کی تحقیر کرنا مراد ہے نہ کہ جادو کی اجازت دینا۔ جادو گروں نے دو باتیں
کہا کہ آپ پھینکیں گے پہلے یا ہم ہی پہل کریں۔ آپ نے فرمایا۔ بلکہ تم لوگ ہی پہلے پھینکو۔
پہل ان سے کروائی دو وجہ سے ایک اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اپنے معجزے پہلے ہی
دکھا چکے تھے اثر جیسے سنے نہ دیکھے تھے مگر اصل شکروں نے دیکھے تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ جادو کا
توڑ کرنا تھا نہ کہ فقط معجزہ دکھانا۔ نبی کا معجزہ دکھانا یا کافر کے مطالبہ پر ہوتا ہے یا کفر
کو توڑنے اور تبلیغ کے لئے۔ پہلی دفعہ معجزہ دکھانا مطالبے پر تھا۔ ان کے جادو کو جو
(اشرف التفاسیر)
شعبدہ کی شکل میں ظاہر ہونے والا تھا اس کو توڑنا مقصود تھا

لغوی اشارے ✶ کَبُرَ : واحد مذکر غائب ماضی معروف (کَرُمَ) تحقیق لغت سے پتہ لگتا ہے
کہ عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک۔ ب۔ ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے
مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں اسی لئے کبیر بڑے کو کہتے ہیں لیکن بڑائی کی نوعیت
مدارج الگ الگ ہے۔ ● سَاحِرٌ : جادوگر، سِحْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ لفظ صرف
سورہ ذاریات میں الف کے ساتھ مرقوم ہے اور باقی تمام قرآن میں بغیر الف ہے۔ عَلِيْمٌ : بڑا دانا
خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ علماءُ جمع (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ فرعون اور اس کے درباری امراء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا ہمارے
پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے عقیدہ و طریقہ سے ہٹا کر اور ہم سے ہمارا
اقتدار چھین کر اور ملک پر تمہاری حکومت و سلطنت قائم ہو جائے لہٰذا ہم تو کبھی بھی تمہاری بات ماننے والے
نہیں۔ اہل مصر میں بھی اصنام پرستی، حیوان پرستی اور مظاہر پرستی کا بازار گرم تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی دعوت توحید و تبلیغ حق گویا فرعونیوں کے عقائد پر کاری ضرب تھی جس پر وہ سب بلبلا اٹھے۔

● فرعون اور اس کے ساتھی امراء درباریوں نے سرکشی و تکبر کے ساتھ چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے معجزہ کا مقابلہ باطل سے کرے اور دنیا کو مغالطہ میں ڈالے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
معجزات (معاذ اللہ) جادو کی قسم سے ہیں (کہ) اس لئے وہ بولا ہر جادوگر علم والے کو میرے پاس لے آؤ

● فرعون کی طرف سے بلائے گئے جادوگر جب میدان میں جمع ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
مقابلہ میں آئے تو حضرت کلیم اللہ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں جتنی طاقت ہے پوری صرف کر لو (ل) آپ نے
ان کے جادو کی حقارت کا اظہار کیا اور رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنے کا حکم فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ جو کچھ کر رہے
ہیں بے کار عمل اور سعی باطل ہے۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُجْرِمُوْنَ ○ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ
مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ
وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ○

پھر جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰؑ نے کہا یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ابھی بگاڑے دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کے کام راست نہیں لاتا ✱ اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے حق کو حق ہی کر کے رہے گا مجرم کیسے برا مانا کریں ✱ پھر موسیٰؑ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم کے کچھ لوگ (جوں کہ) فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے تھے کہ ان کو تکلیف نہ دیں اور بے شک فرعون تو زمین پر بڑا سرکش اور حد سے گزرا ہوا تھا
(ت: ج ✱۱۰/۸۱ تا ۸۳)

۸۱۔ جب وہ (فرعون کی طرف سے بلائے گئے ساحرین) اپنے جادو کے کمال کا مظاہرہ کر چکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میری آیات بینات کو سحر کہتے تھے وہ سحر نہیں تھا سحر تو یہ شعبدہ بازیاں ہیں جن کا تم مظاہرہ کر رہے ہو۔ ابھی تمہیں میرے اس قول کی صداقت کا علم ہوا جاتا ہے۔ سحر باطل ہے اور باطل کا کام مٹ جانا ہے اور حق ہمیشہ زندہ و پائندہ ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ اس مقابلہ میں کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے جب حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا تو وہ چشم زدن میں ان تمام کو نگل گیا۔ حق کا بول بالا ہوا اور باطل کے پرستاروں کو شرمناک ہزیمت (ضیاء)

۸۲۔ "وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ" اور جو کچھ حق ہی لایا اسے اللہ تعالیٰ ثابت کرے گا اور قوت بخشے گا "بِكَلِمٰتِهٖ" اپنے اوامر و قضایا سے "وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ○" اگرچہ وہ مجرمین کو ناپسند ہو۔ مجرمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو جرائم سے متصف ہوں جادوگر ہوں یا کوئی اور ✱ اس سے معلوم ہوا کہ حق اہل حق کے ساتھ ہوتا ہے جیسے حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام اہل حق تھے انکا حق اُن کے ساتھ تھا اور اہل باطل کے ساتھ باطل ہوتا ہے جیسے فرعون۔ (روح البیان)

۸۳۔ پس موسیٰؑ کی تصدیق نہیں کی (باوجودیکہ انہوں نے جادوگروں کے جادو کو نابود کر دیا اور صداقت کی نشانیاں پیش کیں) مگر موسیٰؑ کی قوم کے تھوڑے آدمیوں نے۔ "من قومه" کی ضمیر بعض اہل تفسیر کے نزدیک موسیٰؑ کی طرف راجع ہے یعنی وہ بنی اسرائیل موسیٰؑ پر ایمان لائے جو مصر میں رہتے تھے اور مصر سے نکلنے کے وقت حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے (قبطی ایمان نہیں لائے) مجاہدؒ نے کہا ایمان لانے والے ان اسرائیلیوں

کی اولاد تھے جن کی ہدایت کے لئے موسیٰؑ کو بھیجا گیا تھا تو باپ کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے باقی رہ گئے تھے ذریت سے یہی لوگ مراد ہیں۔ بعض علماء نے کہا جب فرعون نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دینے کا آرڈر جاری کر دیا تو بعض اسرائیلی عورتوں نے اپنے نوزائیدہ بچے قبطی عورتوں کو دے دیے ان بچوں نے قبطیوں کے پاس ہی پرورش پائی اور جس روز حضرت موسیٰ جادوگروں پر غالب آئے اسی روز یہی اسرائیلی ایمان لائے تھے جو نسلاً اسرائیلی تھے اور بظاہر قبطی زادے ✱ بعض مفسرین کا قول ہے کہ قومہ کی ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے۔ عطیہ نے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ قوم فرعون کے کچھ قلیل آدمی حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے فرعون کی بیوی اور فرعون کا خزانچی اور خزانچی کی بیوی اور فرعون کی بیوی کے بالوں میں کنگھا کرنے والی خادمہ اور مومن آل فرعون۔ انہی لوگوں میں سے تھے اور یہی چند اہل ایمان آیت میں مراد ہیں (اخرجہ ابن جریر) دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا قول آیا ہے کہ وہ ستر آدمی مراد ہیں جن کے باپ قبطی تھے اور مائیں اسرائیلی۔ یہ لوگ اپنے ننھیال کے پیرو ہو گئے تھے ✱ ڈرتے ڈرتے فرعون اور اپنے حاکموں سے کہ (کہیں ایمان لانے کی اطلاع فرعون کو اگر مل گئی تو) ان کو سخت مصیبت میں ڈال دے گا ✱ اور اس میں شبہ نہیں کہ فرعون (ملک مصر میں اونچا طاقتور مغرور) تھا اور اپنی حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا (تفسیر مظہری)

لغوی اشارے ✱ یُبْطِلُهٗ : واحد مذکر غائب مضارع ابطالٌ سے ہٗ ضمیر مفعول اس کو مٹا دے گا (سیوطی) اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دے گا (مدارک) بَطَلَاتٌ بے ہودہ باتیں بُطُولَةٌ بہادری بَطَالَۃ دلیری بے کاری بیہودگی بَطَّال بیکار آدمی ناکارہ بہادر باطل بے حقیقت جھوٹ خلاف حق بَطَل بُطْلان بُطُولٌ (نصر) بَطَالَۃٌ وَ بُطُولَۃٌ (کرم) دلیر ہونا ابطال (افعال) بغیر مفعول۔ جھوٹ کہنا۔ مفعول کے ساتھ جھوٹ قرار دینا بے حقیقت بنا دینا براسطہ فی مذاق کرنا جیسے اَبْطَلَ فِی حَدِیْثِہٖ اس نے اپنی بات میں مذاق کیا۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ✱ پھر جب جادوگروں ساحروں نے ڈال دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میری دعوت سحر نہ تھی بلکہ جادو یہ ہے جو کچھ بنا کر لائے ہو اللہ تعالیٰ اسے ابھی ملیا میٹ کر دے گا اللہ تعالیٰ مفسدوں کے کام بننے نہیں دیتا۔

- اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور مشا و ارادہ سے جو چاہتا ہے کرتا ہے یعنی اپنی آیات سے حق کو ثابت کرتا ہے اور مضبوط کر دیتا ہے خواہ یہ بات مجرموں کو ناگوار ہی
- باوجودیکہ حضرت موسیٰؑ نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا تاہم تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرعون کی طرف سے قتل سے بچ رہے تھے یا جو لوگ تھوڑی تعداد میں ایمان لائے وہ قوم فرعون سے تھے اور حضرت موسیٰؑ کے جادوگروں پر غلبہ کو دیکھ کر انہیں روشنی ملی۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰقَوْمِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ۝
فَقَالُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ۝ وَنَجِّنَا
بِرَحْمَتِكَ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ۝

اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم سچے مسلمان ہو * انھوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اے ہمارے رب! نہ بنا ہمیں فتنہ (کا موجب) ظالم قوم کے لئے * اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے کافروں (کے ظلم و ستم) سے

(۱۰/۸۴ تا ۸۶ * ت: ض)

۸۴ - اور موسیٰ علیہ السلام نے (جب مومنوں کو خوف زدہ دیکھا تو) کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرو (فرعون اور اس کے آدمیوں سے مت ڈرو) (اگر اللہ کے فیصلہ کو) مانتے ہو اور مخلص ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو * اور جب تک دلوں میں اخلاص نہ ہو اور اپنی ہستی کو فیصلہ خداوندی کے سپرد نہ کر دیا جائے اس وقت تک حصول توکل نہیں ہو سکتا توکل نفسانی خواہشات کو احکام الٰہی کے ساتھ مخلوط کرنے کی صورت میں حاصل نہیں ہوتا۔ توکل صوفیہ کے مقامات میں سے ایک مقام ہے (تفسیر مظہری)

۸۵ - بنی اسرائیل نے بلا تامل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا ہم نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہے یہ اس لئے کہ وہ مومن خالص تھے اسی لئے ان کی دعا مستجاب ہوئی جب کہ انھوں نے دعا مانگی۔ اے ہمارے رب! ہمیں قوم ظالمین کے لئے فتنہ و آزمائش نہ بنا یعنی ہمیں ان کے عذاب کا نشانہ نہ بنا اس طور کہ تو ان کو ہمارے اوپر مسلط کر دے تاکہ وہ ہمیں عذاب کا نشانہ بنائیں اور ہمیں دین حق سے پھیر لیں۔ (روح البیان)

۸۶ - اور اے ہمارے رب! ہم کو بچا لے اپنی رحمت کے ذریعہ کافر قوم سے۔ یہ ان لوگوں کی دوسری دعا ہے پہلی دعا در پردہ کفار کے لئے تھی کہ وہ اپنی اسیری پر اور ظاہری بے بسی بے کسی کو اپنی حقانیت کی دلیل نہ سمجھ بیٹھیں جو ان کے لئے ایک فتنہ ہوگا خیال رہے کہ کافروں کے لئے ہدایت کی دعا جائز ہے مگر بخشش کی دعا منع ہے اس دوسرے جملہ میں محض اپنے لئے دعا ہے کہ اے اللہ! ہم کو بچا یعنی ہم سے کوئی ایسی قولی یا عملی لغزش نہ ہو جو تیری ناراضگی کا باعث ہو اور ہم دنیا میں کافروں کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں یا تیری ناراضگی کے سبب ہم پر کافر مسلط ہوں جس سے کہ ہم کو اپنے پرائے طعنہ دیں یہ دعائیں بہت شان والی اور جامع ہیں۔ اللہ کریم کبھی بھی اپنے پیارے بندوں کو کافروں کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے نہیں دیتا اور بستیوں پر کافر مسلط ہو گئے۔ اولیاء اللہ کافر حکومتوں میں رہ کر بھی سب پر غالب رہے۔ (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے * تَوَكَّلُوْا : تم بھروسہ کرو، تم توکل کرو۔ تَوَکُّلٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "توکل علی اللہ" کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ "توکل یہ ہے کہ بندہ پر یقین اتنا غالب ہو کہ جلب منفعت اور دفع مضرت میں اسباب کے متعلق اس کی کوشش سست پڑ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں جو کسب کے طریقے مقرر فرما دیے ہیں بغیر اس کے کہ ان پر اعتماد ہو ان طریقوں پر قائم رہے" (حجۃ اللہ البالغہ ۔ ج ۲) امام حافظ الدین ابن البزاز کردری حنفی رقمطراز ہیں "توکل کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس کو حضور علیہ السلام نے سابقین کی صفت بتلایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کرتے ہیں، نہ منتر کراتے ہیں، نہ داغتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں" یہ توکل جو قضاء الٰہی پر جیسی اس پر دل کے مطمئن ہو جانے کا نام ہے بغیر اس کے کہ نفع کے فوت ہونے یا مضرت کے پہنچ جانے کی پروا یا اضطراب ہو، بندہ کے نزدیک وصول (ملنا) و حرمان (نہ ملنا) میں برابری نہ ہونا توکل کی اس قسم کے منافی ہے اسی طرح اسباب پر متوجہ ہونا اور ان میں مشغول ہونا اس توکل کو ختم کر دیتا ہے اور اسی کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث "اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق ملے جس طرح کہ پرندوں کو ملتا ہے کہ صبح خالی پیٹ اڑتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ جاتے ہیں" میں ارشاد فرمایا ہے کیونکہ معلوم ہے کہ پرندے حصول منفعت یا دفع مضرت کی ملتفت نہیں ہوتے اور ملنے نہ ملنے کی پروا نہیں کرتے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ اگر تم اس صفت پر ہو کہ ملنے نہ ملنے کی پروا نہ کرو، جیسا توکل کا حق ہے اسی طرح توکل کرو تو بغیر ہوئے جوتے جو کچھ تمہاری قسمت میں آیا ہے تمہیں ضرور مل جائے۔ یہ وہ توکل ہے جس کی تحریص کی گئی اور دعوت دی گئی ہے۔ توکل کی دوسری قسم وہ ہے جس کی اجازت دی گئی ہے دعوت نہیں دی گئی جو مضرت اور مکروہات کے دفعیہ اور حدود کی نگرانی اور آفات سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی توکل ہے اگرچہ ناقص ہے۔ چنانچہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جب حضور انور سے عرض کیا کہ کیا میں ناقہ کو چھوڑ دوں اور توکل کروں یا باندھ دوں اور توکل کروں؟ تو سرکار دو عالم نے فرمایا "بلکہ باندھ دو اور پھر توکل رکھو" کیونکہ عمرو توکل کے ذریعہ تشدد سے حفاظت چاہتے تھے۔ نہ کہ جو کچھ قضاء الٰہی میں ہو چکا اس پر مطمئن ہونا پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اسی نوع کا حکم دیا جس کے متعلق مشورہ تھا اسی کی مثل وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعب بن مالک سے فرمایا تھا جو کہ غزوہ تبوک سے رہ جانے والے تین اشخاص میں سے ایک تھے کہ تم اپنا کچھ مال رہنے دو جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے الگ ہو جاؤں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی گئی بلال خرچ کر لو اور عرش والے سے کم دینے کا خوف نہ کرو۔

(لغات القرآن ج۲)

معلومات مزید ✶ فرعون کے جبر و ستم اور سخت ترین مظالم سے جب بنی اسرائیل گھبرا گئے اور نہایت حیران و پریشان تھے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہو اسی کے فرمانبردار ہو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اسی پر کامل بھروسہ کرو اتنا زیادہ پریشان اور ہراساں نہ ہو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ان مصائب سے نجات دے گا۔

- بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد پر فوراً عرض کیا ہم نے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کیا اور اسی کی ذات پر ہمیں کامل بھروسہ ہے پھر انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا عرض کی کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنا ہم پر ان کو غلبہ نہ دے کہ کہیں وہ یہ گمان نہ کر بیٹھیں کہ وہ راستی پر ہیں اور بنی اسرائیل باطل پر ہیں لہٰذا فرعونیوں کے ہاتھوں ہمیں تکلیف نہ پہنچا
- اور ہم پر فضل و کرم فرما ہمیں اپنی رحمت سے نواز دے اور ہمیں کافروں سے نجات عطا فرما ہمیں ان کے مظالم اور زیادتیوں سے بچا لے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ
قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ
فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا
حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا
وَلَا تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم لوگ اپنے گھروں ہی کو نمازگاہ قرار دے لو اور نماز کی پابندی رکھو اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے * اور موسیٰؑ نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو (سامان) تجمل اور (طرح طرح کے) مال دنیوی زندگی میں دے رکھے ہیں اسی نتیجہ کے ساتھ کہ (کیا) اے پروردگار وہ تیری راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں اے ہمارے پروردگار ان کے مال پر جھاڑو پھیر دے اور ان کے دلوں کو (اور زیادہ) سخت کردے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب دردناک کو دیکھ لیں * (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی سو تم دونوں (بدستور) قائم رہو۔ ان لوگوں کی راہ پر نہ چلنا جو علم نہیں رکھتے۔ (۱۰/۸۷تا۸۹ * ت: م)

۸۷ - اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰؑ کے اور اس کے بھائی (ہارونؑ) کے پاس کہ تم دونوں اپنی قوم کے مصر میں گھر مقرر کرو یعنی کچھ مکان مقرر کر لو کہ سکونت اور عبادت کے لئے تمام مکانوں کو چھوڑ کر مقررہ گھروں کی طرف رجوع کرو بغوی نے لکھا ہے اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ پہلے بنی اسرائیل صرف گرجوں اور عبادت خانوں میں نماز پڑھا کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰؑ کی بعثت کے بعد فرعون کے حکم سے تمام عبادت خانے ڈھا دیے گئے اور بنی اسرائیل کو وہاں نماز پڑھنے کی ممانعت ہو گئی تو اللہ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے گھروں کے اندر ہی مسجدیں بنا لو اور وہیں نماز پڑھا کرو * اور تم بنا لو (مقرر کردہ) گھروں کی قبلہ رخ نماز کی جگہ قبلہ سے مراد ہے نماز کی جگہ جو قبلہ رخ ہو۔ اور اس میں نماز قائم کرو۔ تاکہ کفار غلبہ حاصل کر کے ان کو ایذا نہ پہنچائیں۔ اور (اے موسیٰؑ) تم ایمانداروں کو بشارت دے دو کہ اللہ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تم کو ملک میں ان کا جانشین بنا دے گا اور آخرت میں تم کو جنت عطا فرمائے گا۔ (تفسیر مظہری)

۸۸ - اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے ہمارے رب کریم! تو نے فرعون اور اس کی جماعت کو اسباب زینت بخشی کہ جس سے لوگ زیب و زینت کرتے ہیں اور سواریاں وغیرہ اور بہت سے مختلف النوع

مال مثلاً نقد، متاع و اسباب عطا فرمایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کی "تو انہیں دنیا و دولت سے اس لئے مزین کیا
تاکہ انجام کار یہ ہو کہ وہ تیرے بندوں کو ایمان سے ہٹا کر گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیں * آیت سے واضح ہوا کہ (اگر)
دنیا و دولت گمراہی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اسی لئے اولیاء کرام نے اغنیاء اور بادشاہوں
اور دولت مندوں کی صحبت و رفاقت سے (مذکورہ بالا اندیشہ کے تحت) روکا ہے * حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے
فرعون اور اس کے ماننے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا پھر ان پر بد دعا فرمائی تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ ہرگز ایمان
نہ لائیں گے اور ان کے اضلال کی صفت کو دعا سے پہلے ظاہر فرما دیا تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ بد دعا کے مستحق
اسی اضلال کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ "ان کے دلوں کو سخت کر اور ان پر مہر لگا دے تاکہ ان کے اندر ایمان
داخل نہ ہو سکے"۔ یہ دعا کا جواب ہے "پس وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ دیکھیں دردناک عذاب کو" یعنی
دردناک عذاب کو دیکھ کر یقین کریں کہ اب ایمان لانا کام نہ دے گا۔ (روح البیان)

۸۹۔ دعا کی نسبت حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ دونوں کی طرف کی گئی باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور
حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوا۔ (آپ ثابت قدم
رہو) دعوت و تبلیغ پر (اور نادانوں کی راہ نہ چلو) جو قبول دعا میں دیر ہونے کی حکمت نہیں جانتے (حاشیہ کنز الایمان)

لغوی اشارے * تَبَوَّءَا: تم دونوں ٹھہراؤ، تم دونوں اتارو، تم دونوں جگہ تیار کرو۔ تَبَوُّءٌ
سے جس کے معنی ٹھہرانے اور جگہ تیار کرنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر ● مِصْرَ:
عَلم غیر منصرف غیر منون، خاص ملک مصر ● قِبْلَةً: کعبہ کا رخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے
سامنے کا رخ۔ محاورہ ہے أَيْنَ قِبْلَتُكَ تمہارا رخ کدھر کو ہے جو چیز منہ کے سامنے ہو اس کو
بھی قبلہ کہتے ہیں، نماز پڑھنے والے کے منہ کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے کعبہ کو بھی قبلہ کہتے ہیں۔ امام
راغب نے المفردات اور پروفیسر عبد الرؤف مصری نے معجم القرآن میں لکھا ہے کہ "اصل لغت
میں سامنے والے (مقابل) آدمی کی حالت کو قبلہ کہا جاتا تھا" مجازاً آنے والے آدمی اور سامنے کی
جہت میں اس کا استعمال ہونے لگا۔ لیکن سورہ یونس میں قبلةً سے مراد ہے نماز کا مقام،
فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کردی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ گھروں کو ہی
مقام نماز بناؤ اور چھپ کر گھروں میں ہی نماز پڑھا کرو۔ (سیوطی و خازن و معجم القرآن) (لغات القرآن)

معلومات مزید * حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی طرف چند خاص ہدایات پر مبنی وحی الٰہی کا نزول

● فرعون اور اس کے امراء اپنی دولت مندی کی بنا پر خود گمراہ تھے اور دوسروں کو گمراہ کر رہے تھے۔ ان کے لئے
حضرت موسیٰؑ کی بد دعا اور ان کی بربادی کا مقصد * کیونکہ وہ تو اصلاح کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہی تھی لہٰذا ان کی ہلاکت ضروری [illegible]
● حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا قبول ہوئی * جس کا اثر چالیس سال بعد یا چالیس دن کے بعد ظاہر ہوا * علم نادانوں کی پیروی [illegible]

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَاءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا
أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَاءِيلَ
وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝
فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ
النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ۝

اور بنی اسرائیل کو ہم نے بحر قلزم سے پار اتارا۔ اور فرعون اور اس کے لشکر نے عداوت اور سرکشی سے ان کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے کو ہوا تو کہنے لگا کہ مجھے یقین آگیا کہ بجز اس خدا کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور کوئی معبود نہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں * (فرشتے نے کہا) اب یہ کہنے لگا اور اس سے پیشتر تو تُو نافرمان اور مفسد تھا * پس آج کے دن تیری لاش کو باہر ڈالتے ہیں تاکہ وہ تیرے پیچھے والوں کے لئے نشانی رہے۔ اور بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ (10/90 تا 92 * ت: ج)

90۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کرا دیا یعنی عبور کرا کے دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔ پانی پھٹ کر ادھر ادھر ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم والے (خشک زمین پر چل کر) پار نکلے۔ بنی اسرائیل کے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر بھی جا پہنچا ظلم اور زیادتی کے ارادے سے۔ [illegible] سے قول میں اور عدوا سے فعل میں زیادتی مراد ہے۔ غرض فرعون لشکر لے کر جب دریا کے کنارے پہنچا تو اندر گھسنے سے سب کو ڈر لگا مگر (غیب سے انسانی شکل بنا کر) حضرت جبرئیلؑ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے اور سب سے آگے پانی میں گھس پڑے، گھوڑی کے پیچھے فوج کے گھوڑے بھی دریا میں داخل ہو گئے جب آخری آدمی تک دریا میں گھس گیا اور اول ترین آدمی نے دوسرے کنارہ سے نکلنے کا ارادہ کر لیا تو یکدم پانی برابر ہو گیا اور سب کے اوپر آگیا۔ یہاں تک کہ فرعون جب ڈوبنے لگا تو بولا مجھے یقین ہو گیا کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں جس کو بنی اسرائیل مانتے ہیں اور میں (اس کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ حضرت جبرئیل نے فوراً اس کے منہ میں کیچڑ بھر دی اور توبہ قبول ہونے سے پہلے وہ مر گیا۔ جب قبول توبہ کا وقت تھا تو بدبخت منہ موڑے رہا اور جب قبول توبہ کا وقت جاتا رہا تو پُر زور توبہ کی (جس کا کوئی نتیجہ نہ ہوا) (تفسیر مظہری)

91۔ حالت اضطرار میں جب کہ غرق میں مبتلا ہو چکا ہے اور زندگانی کی امید باقی نہیں رہی اس وقت ایمان لاتا ہے۔ خود گمراہ تھا دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرعون کے پاس ایک استفتاء لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے حق میں جس نے ایک

مال و نعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کا منکر ہو گیا اور اپنے آپ مولیٰ ہونے کا مدعی بن گیا اس پر فرعون نے یہ جواب لکھا کہ جو غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا تو حضرت جبرئیلؑ نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا اور اس کو اس نے پہچان لیا۔ (سبحان اللہ) (حاشیہ کنز الایمان)

۹۲۔ آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے دریا کی گہرائی سے تیری قوم ڈوب کر ان کے ابدان دریا کی تہہ میں چلے جائیں۔ لیکن اے فرعون! تیرے جسم کو دریا کی سطح پر لایا جائے گا کسی اونچی جگہ تیری لاش پھینک دیں گے تاکہ بنی اسرائیل تجھے دیکھ کر یقین کر لیں کہ واقعی فرعون تباہ و برباد ہو گیا* تاکہ تیرے پیچھے آنے والوں کے لئے علامت ہو "ان سے بنی اسرائیل مراد ہیں" اس لئے کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات گھر کر چکی تھی کہ فرعون مرے گا ہی نہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی موت کی خبر دی تو اکثر لوگوں نے مانا نہیں یہاں تک کہ خود آ کر دیکھا کہ اس کی لاش سرخ رنگ کے چھوٹے بیل کی طرح دریا کے باہر پڑی ہے* اور بہت سے لوگ ہماری آیات سے غافل ہیں کہ وہ ان میں نہ تفکر کرتے ہیں اور نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ (روح البیان)

لغوی اشارے ✶ جُنُوْدٌ : لشکر، فوجیں۔ جُنْدٌ کی جمع ● بَغْیٌ : سرکشی، زیادتی، فساد۔ مصدر ہے۔ جہاں میانہ روی چاہیے وہاں میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْی کہتے ہیں خواہ میانہ روی سے تجاوز عمل میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ بغی کا استعمال کمیت اور کیفیت یعنی مقدار اور وصف دونوں کے لئے ہوتا ہے ● عَدْوًا : زیادتی، تعدی، ظلم و ستم، حد سے بڑھنا، زیادتی کرنا، مصدر ہے اس کا فعل باب نَصَرَ سے آتا ہے۔ علامہ راغب فرماتے ہیں۔ عَدْوٌ کے معنی ہیں تجاوز کرنا اور وابستگی کا نابود ہونا۔ (ل ق)

مفہومات مزید ✶ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بنی اسرائیل کو دریا سے بحفاظت تمام پار اتار لیا فرعون اور اس کی قوم نے ان کا ناحق ظلم و زیادتی سے پیچھا کیا اور جب وہ دریا میں اترے تو اس وقت تک بنی اسرائیل دوسری طرف سے نکل چکے تھے جبکہ نافرمانوں کی غرقابی کے لئے دریا کا پانی مل گیا فرعون ڈوبنے لگا تو ایمان لانے اور مسلمانوں میں شامل ہونے کی بات کی۔

● فرشتہ نے فرعون کے ڈوبتے وقت ایمان لانے کی بات سن کر کہا کہ اب تو اقرار ایمان کرتا ہے حالانکہ تو نے ساری زندگی نافرمانی اور فتنہ و فساد میں گزاری ہے۔

● حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل کو فرعون کے مرنے میں شک تھا اس لئے فرعون کے بے جان جسم کو (پانی سے) باہر نکال کر ظاہر کر دیا کہ وہ اس (کی لاش کو اپنی آنکھوں سے) دیکھیں

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا
حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَإِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ
الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اور ہم نے عطا فرمایا بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانا اور ہم نے انھیں پاکیزہ رزق بخشا پس انھوں نے اختلاف نہ کیا حتیٰ کہ آ گیا ان کے پاس حقیقت کا علم۔ (اے حبیب!) بے شک آپ کا رب فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان روزِ قیامت جن باتوں میں وہ جھگڑ[تے تھے]۔ اور (اے سننے والے!) اگر تجھے کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے (اپنے نبی کے ذریعہ) تیری طرف اتارا تو دریافت کر ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے۔ بے شک آیا ہے تیرے پاس حق تیرے رب کی طرف سے پس ہرگز نہ ہو جانا شک کرنے والوں سے (* اور ہرگز نہ ہو جانا ان لوگوں سے جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ورنہ تو ہو جائے گا نقصان اٹھانے والوں سے

(۱۰/۹۳ تا ۹۵ * ت: ض)

۹۳۔ اور ہم نے بنی اسرائیل کو اچھے مقام پر ٹھہرنے اور رہنے کا ٹھکانا عطا کیا۔ "اچھی جگہ" یعنی مصر یا اردن اور فلسطین۔ یہ وہی سرزمین تھی جس کا نام حضرت ابراہیم اور آپ کی نسل کو عطا کرنا اللہ نے لکھ دیا تھا ضحاک کے نزدیک مصر و شام مراد ہے۔ اور ہم نے ان کو لذیذ چیزیں عطا کیں۔ پس بنی اسرائیل نے اختلاف نہیں کیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو بنی اسرائیل تھے انھوں نے رسول اللہ ؐ کی بعثت سے پہلے نبی آخر الزمان کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کیا تھا سب متفق تھے کہ جن صفات کا تذکرہ توریت میں ہے ان کا حامل اللہ کا رسول برحق ہوگا لوگوں کو بشارت بھی دیتے تھے کہ اللہ کے رسول برحق کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے وہ لڑائی میں کافروں پر فتح یاب ہونے کی دعا بھی نبی آخر الزماں کے طفیل سے مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا یعنی وہ شخص آ گیا جس کی صفات کو وہ جانتے تھے اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور اس جگہ علم بمعنی معلوم ہے یا یہ معنی ہے کہ جب بنی اسرائیل کو علم ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہی صفات کے حامل ہیں جن کا ذکر توریت میں آیا ہے اور آپ کے معجزات سے بھی ان کو واقفیت ہو گئی تو اس وقت آپس میں دو فریق بن گئے کچھ ایمان لے آئے اور دوسرے فریق نے محض عناد و حسد کی وجہ سے نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا * جس مسئلہ میں یہ اختلاف کرتے ہیں قیامت کے دن اللہ اس کا فیصلہ کر دے گا اور ان کے باہمی اختلاف کو چکا دے گا اہل حق کو اہل باطل سے الگ کر دے گا اول کو عذاب سے محفوظ رکھے گا اور دوسرے کو ہلاک کر دے گا (تفسیر مظہری)

٩٤۔ (اور اے سننے والے اگر تجھے کچھ شبہ ہے اس میں جو ہم نے تیری طرف اتارا) بواسطہ اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے (تو ان سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں) یعنی علمائے اہل کتاب مثل حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے تاکہ وہ تجھ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت و صفت جو توریت میں مذکور ہے وہ سنا کر شک رفع کریں۔ (حاشیہ کنز الایمان)

٩٥۔ اور نہ ہونا ان لوگوں سے جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیات کو ورنہ ہو جائے گا تو گھاٹے والوں سے
یہ خطاب بھی عام مسلمانوں سے ہے اور مضمون مسلسل ہے یا مقصد ہے اظہار نتیجہ کہ اگر کوئی امتراء کرے گا تو وہ ہو گویا کہ جھٹلانے والوں کے مثل ہوگا اور یا یہ مراد ہے کہ امتراء خطرے جیسے تکذیب وغیرہ کے نقصان دہ عمل لگتے ہیں اسی لئے پہلے امتراء سے منع کیا گیا بعدہ اس حکم کا ذکر ہوا۔ اس کا تفسیری ترجمہ اس طرح بھی کیا جا سکتا ہے کہ امتراء کرنے والوں سے نہ ہو ورنہ آہستہ چل کر تکذیب والوں سے ہو جائے گا اور وہ کون ہیں۔ وہ ہیں "الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ" وہ کافر جنہوں نے (انبیاء علیہم) قرآن پاک، رسول کریم اور آپ کے معجزات کو نہ مانا پس تو خدانخواستہ ایسا ہوا تو سخت گھاٹے والوں سے ہوگا (اشرف)

لغوی اشارے ★ يَقْضِي: واحد مذکر غائب مضارع معروف قَضَاءٌ مصدر (ضرب) مضروب کر دو پورا کر دے، جاری کر دے۔ موضوع فیصلہ کر دے گا۔ وہ حکم دیتا ہے ● شَكٍّ: شَكَّ يَشُكُّ کا مصدر ہے جس کے معنی شک کرنے کے ہیں اور نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے اور شکوک جمع آتی ہے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں "انسان کے نزدیک دو نقیضوں کے برابر اور مساوی ہونے کا نام شک ہے یا تو اس بنا پر ہوتا ہے کہ دونوں نقیضوں کی علامتیں مساوی طور پر پائی جاتی ہیں اور یا اس بنا پر کہ دونوں کی علامت نہیں ہوتی۔ شک کبھی تو اس شے میں ہوتا ہے کہ موجود بھی ہے یا نہیں اور کبھی اس کی جنس میں کہ کس جنس سے ہے اور کبھی اس کی صفت میں اور کبھی اس کی غرض کے بارے میں کہ جس کے لئے وہ شے وجود میں لائی گئی ہے ● الْمُمْتَرِينَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرور، امتراء مصدر باب افتعال، شک میں پڑنے والے، تردد کرنے والے۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کو شام کے ملک میں اچھی جگہ رہائش کے لئے عطا ہوئی اور انہیں اچھی غذائیں کھانے کے لئے مرحمت ہوئیں۔ انہوں نے عمداً اختلاف کو ہوا دی۔ قیامت کے دن وہ جن باتوں میں اختلاف کیا کرتے تھے اس کا فیصلہ رب کائنات فرما دے گا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ
● ایک ایمانداروں کا ایک گروہ تھا دوسرا انکار اور تکذیب کرنے والوں کا تھا ان دو کے علاوہ تصدیق و تکذیب کے درمیان شک میں مبتلا تیسرا گروہ بھی تھا اسی تیسرے گروہ سے آیت میں خطاب ہے

● انکار و تکذیب وجہ خسران و تباہی ہے۔ قبول حق اور راہ حق پر استقامت سعادت دارین کی ضمانت ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا
ج ط الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ
لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

بے شک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے ایمان نہ لائیں گے * اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں * تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا ہاں یونس کی قوم جب ایمان لائے ہم نے ان سے رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور ایک وقت تک انھیں برتنے دیا۔ (۱۰/۹۶ تا ۹۸ * ت: ک)

۹۶۔ بے شک جن لوگوں کے لئے آپ کے رب کا حکم (فیصلہ ازلی) طے ہو چکا (کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے وہ) ایمان نہیں لائیں گے۔ حقت واجب ہو گیا کلمہ رب سے مراد ہے ازلی فیصلہ کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے مالک، ترمذی اور ابو داود نے مسلم بن یسار کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے آیت "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ"... اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی.... (۷/۱۷۲) کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا میں نے خود سنا کہ جب اس آیت کا (مرادی اور تشریحی) معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیر کر ان کی کچھ نسل باہر نکالی اور فرمایا ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا اور یہ جنت والوں ہی کے کام کریں گے پھر پشت پر ہاتھ پھیر کر کچھ نسل برآمد کی اور فرمایا ان کو میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا اور یہ دوزخیوں ہی کے کام کریں گے۔ امام احمد بوساطت ابو نضرہ حضرت ابو عبداللہ صحابی کا بیان نقل کیا ہے ابو عبداللہ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ نے اپنے دائیں ہاتھ کی ایک مٹھی لی اور دوسرے ہاتھ کی دوسری مٹھی (اول کے متعلق فرمایا) یہ اس کے لئے ہیں یعنی جنت کے لئے اور یہ اس کے لئے ہیں یعنی دوزخ کے لئے اور مجھے (کسی کی) پروا نہیں۔ ایمان نہیں لائیں گے کیوں کہ اللہ کا فیصلہ ناقابل شکست ہے۔ (تفسیر مظہری)

۹۷۔ اگر ان کے پاس وہ تمام آیات آئیں جن کا انھوں نے مطالبہ کیا (ف: وہ اس لئے ایمان نہ لائے کہ ان کے ایمان کا سبب مفقود تھا یعنی ان کے متعلق ارادہ الٰہی نہ تھا اور ارادہ الٰہی بندوں کے اختیار وعدم سے متعلق ہوتا ہے اور ان کا اختیار اس لئے نہ ہوا کہ انھوں نے اختیار و قبول ایمان کی استعداد ہی ختم کر ڈالی۔) یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھتے ہیں اور عذاب کی رؤیت کے بعد ایمان لانا نفع نہیں دیتا جیسے فرعون کو معائنہ عذاب کے وقت ایمان نے نفع نہ دیا۔ (تفسیر روح البیان)

۹۸۔ پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونسؑ کے

جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انھیں ایک مدت تک
لولا بمعنی هلا سرزنش اور توبیخ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ لوگ کیوں ایمان نہ لائے تاکہ عذاب الٰہی سے بچ جاتے۔
ابن عطیہ نے کہا ہے کہ لفظی اعتبار سے یہ استثناء منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے یہ متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت
یوں ہے ما آمن من اهل قرية الا قوم يونس۔ بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ عذاب ان پر آیا لیکن ان کی گریہ
وزاری اور نالہ و بکا کی وجہ سے ٹال دیا گیا اور یہ اسی قوم کی خصوصیت ہے کہ نزول عذاب کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی
لیکن زجاج کا قول ہے کہ عذاب ابھی نازل نہیں ہوا تھا بلکہ صرف اس کی علامتیں اور آثار نمودار ہوئے تھے کہ
انھوں نے صدق دل سے توبہ کر لی یا یہ کہ عذاب نے ابھی ان کو اپنے نرغہ میں نہیں لیا تھا جس طرح فرعون کو موجوں
نے گھیر لیا تھا بلکہ جب انھوں نے دور سے کالے بادل منڈلاتے دیکھے تو سجدوں میں گر پڑے اور رو رو کر معافی مانگنے لگے۔
ان کی مثال ایسے بیمار کی تھی جس پر بیماری کا حملہ اگرچہ شدید ہو لیکن بچ جانے کے امکانات بھی موجود ہوں علماء کرام نے
زجاج کے اس قول کو بڑا پسند کیا ہے۔ (قرطبی، بحر محیط) (ضیاء القرآن)

● لغوی اشارے ★ حقت: ثابت ہوئی، ٹھیک پڑی، مطابق ہوئی، حَقٌّ سے، ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب
قَرْيَةٌ: واحد، قریٰ جمع۔ بستی اور بستی کے رہنے والے۔ لغت میں قریٰ کے معنی ہیں جمع کرنا قَرَيْتُ الْمَاءَ
فِي الْحَوْضِ میں نے حوض میں پانی جمع کر دیا بستی میں بھی آدمی جمع ہوتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ دونوں معنی کے لئے
مستعمل ہے بستی اور باشندے ● كَشَفْنَا: جمع متکلم ماضی معروف ہم نے دور کر دیا، ٹال دیا۔ (ل ق)

معلومات مزید ★ حضرت یونس علیہ السلام کا مرکز دعوت و ارشاد نینوا تھا۔ نینوا ایک وسیع و عریض شہر دریائے
دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا اس کی شہر پناہ تین روز کی مسافت تھی شہر موصل اس کے ایک علاقہ میں آباد تھا
حضرت یونسؑ کی مزار مبارک یہیں پر ہے۔ شہر بابل کا پہلا بادشاہ بلس ہے اس کے فرزند "نینس" نے اپنی تخت
نشینی کے بعد ۲۰۶۹ ق م میں ملک اسیریہ میں نینوا کی بنیاد رکھی۔ خاندان بابل کے حدود اقتدار سندھ تک پھیلے ہوئے تھے
حضرت یونس علیہ السلام کے عہد تک اسی خاندان بابل کی حکومت تھی۔ اس خاندان کے حکمرانوں کا شاہی لقب نمرود تھا۔

● حضرت یونس علیہ السلام کا عبرانی نام یوناہ تھا جو عربی میں یونسؑ ہو گیا۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے تھے
اور عہد عتیق کے نوشتوں میں سے ایک نوشتہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام سے بھی۔ حضرت یونس بن متی
حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ۸۶۲ سال پیشتر خاندان یہود سے نمودار ہوئے ان کو حکم ہوا تھا کہ ملک شام
سے نینوا جا کر لوگوں کی ہدایت کا فریضہ انجام دیں

● قوم یونسؑ نے آثار عذاب دیکھتے ہی (عذاب کے نزول سے پہلے) توبہ و استغفار کی اور اخلاص کے ساتھ عذاب سے محفوظ رہنے اور مغفرت کی دعائیں مانگیں
اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انھیں معاف کر دیا اور عذاب کو موقوف فرما دیا۔ جب کہ دیگر سرکش، مغرور اور کافر قوموں بالخصوص
فرعون، عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد ایمان لایا جب حیات کی کوئی امید باقی نہ رہی اور وہ اپنے انجام کو پہنچے یہاں قوم یونس والے
مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ توبہ کے حال کا جاننے والا ہے وہ مالک و مختار ہے جسے چاہے معاف فرما دے نواز دے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ
عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِى الْاٰيٰتُ
وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو روئے زمین پر جتنے بھی لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے
سو کیا آپ ان لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس سے وہ ایمان لے ہی آئیں * اور کسی جان کی
قدرت نہیں کہ ایمان لے آئے مگر اللہ کے حکم سے اور عذاب ان پر ڈالتا ہے جنھیں عقل نہیں *
آپ کہہ دیجیے کہ تم دیکھو تو کیا کیا چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور کوئی بھی نشانیاں اور
ڈراوے ان لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتے جو ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰/۹۹تا۱۰۱ * ت: م،ک)

۹۹۔ اور اگر چاہتا آپ کا رب تو ایمان لے آتا ہر وہ شخص جو زمین میں ہے تمام ایک دم۔ یعنی وہ اپنے فیصلہ میں مختار اور
صاحب اختیار ہے جیسے چاہے کرے چاہے تو سارے مومن ہوتے اور چاہتا تو اس کا برعکس ہوتا مگر حکمت یہ تھی کہ کچھ کافر
کچھ مومن ہوں اس لئے وہ نہ چاہا جس کا ذکر آیت شریفہ میں ہوا۔ لفظ کُلُّھُمْ سے تمام افراد کا ایمان لانا مراد ہے
جَمِیْعًا سے ایک دم بیک مجلس ایمان لانا مراد۔ یہاں تو فیصلہ ربانی کا ذکر ہوا مگر انبیاء کرام اور خصوصاً
ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کے ایمان کے خواہش مند و حریص علیکم ہیں اور ان کی محبت میں
اولیاء، علماء اور عام مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ سب لوگ مسلمان اور اللہ رسول کے مطیع ہوں اس لئے رب سے
خطاب ہو سکتا ہے کہ "کیا پس تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب مومن ہو جائیں" ہرگز نہیں کیوں کہ بعض
کا ایمان اللہ کی مشیت میں ہے ہی نہیں تو کون شخص اس کو ایمان اور ہدایت دے سکتا ہے (اشرف التفاسیر)
۱۰۰۔ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کے ارادہ اور توفیق کے بغیر ایمان لا سکے وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ
رجس سے مراد ہے عذاب یا اللہ کی در سے محرومی کیوں کہ یہ محرومی ہی عذاب کا سبب ہے۔
"لَا یَعْقِلُوْنَ" سمجھتے نہیں۔ نہ سمجھنے سے مراد ہے حق و باطل میں تمیز نہ کرنا یعنی کافروں کے دلوں پر
چونکہ مہر لگی ہوئی ہے اور اللہ نہیں چاہتا کہ وہ حق و باطل میں امتیاز کر سکیں اس لئے ان کو
حق کا باطل سے امتیاز نہیں (بحوالہ التفسیر مظہری)
۱۰۱۔ آپ انہیں فرمائیے کہ صحیفہ کائنات کو ذرا غور سے دیکھیں انہیں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی الوہیت
کی انفسی و آفاقی دلائل نظر آئیں گے ہر جگہ انہیں ہدایت کے چراغ جگمگاتے ہوئے دکھائی دیں
گے لیکن اگر وہ آنکھیں بند رکھنے پر ہی مصر ہوں تو ان کی قسمت۔ یعنی دوپہر کے وقت
وہ اندھوں کی طرح گھپ اندھیروں میں گھرے ہوئے ہیں * نذر: نذیر کی جمع ہے یعنی ان آیات

اور شواہد سے فقط وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جن کے دلوں میں طلب حق کا جذبہ ہو لیکن جو حق کو حق سمجھتے ہوئے اس سے روگردانی کئے ہوئے ہوں اور واضح دلائل کے باوجود ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں ان کے لئے نہ کوئی معجزہ مفید ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ڈرانے والا ان کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے باز رکھ سکتا ہے۔ (ضیاء القرآن)

لغوی اشارے ✶ شَآءَ : اس نے چاہا، اس نے ارادہ کیا (یَشَآءُ) مَشِیْئَۃٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ● تُکْرِہُ : تو زبردستی کرتا ہے، تو زور کرے گا، تو جبر کرے گا۔ اِکْرَاہٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● اِذْن : حکم، اجازت، ارادہ، مشیت، اذن کا استعمال مشیت کے مفہوم کے بغیر نہیں ہوتا ● جَعَلَ : اس نے کیا، اس نے بنایا، اس نے ٹھہرایا۔ جَعْلٌ سے جس کے معنی کرنے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب امام راغب لکھتے ہیں کہ جَعَلَ ایسا لفظ ہے جو تمام افعال کے لئے عام ہے یہ فَعَلَ صَنَعَ اور اس قسم کے تمام افعال سے اعم ہے ● رِجْسَ : ناپاک، پلید، گندہ، عقوبت، عذاب، بلا۔ ارجاس جمع رجس کی چار صورتیں (۱) طبیعت کی جہت سے (۲) عقل کی جہت سے (۳) شرع کی جہت سے (۴) ان تینوں جہت سے رجس شرعی جوا اور شراب، رجس عقلی شرک اور لحم خنزیر، تینوں کا مجموعہ میتۃ (مردار) ہے۔ حق تعالیٰ نے سب کے لئے لفظ رجس استعمال فرمایا ہے ● اُنْظُرُوْا : تم دیکھو، تم غور کرو نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ● تُغْنِیْ : وہ کام آتی ہے، وہ کام آئے گی، وہ کفایت کرتی ہے، وہ کفایت کرے گی۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ● اٰیۃ : آیت، نشانی، حکم خداوندی، پیغام الٰہی، دلیل، معجزہ۔ آیت معنی اصل میں ظاہری نشانی کے ہیں اور اسی لحاظ سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام کے ختم ہو جانے کی علامت ہے اور بعض اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ آیت کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں اور آیت قرآنی میں حروف کا ایک حصہ جمع ہوتا ہے اس لئے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ جمع آیات ● النُّذُرُ : جمع۔ النَّذِیْر واحد۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر، ڈراوے۔ ڈرانے والی نشانیاں (ل ق)

معلومات مزید ✶ اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں وہ سارے ایمان لے آتے۔ کیا آپ تمام لوگوں کو مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ راہ حق اختیار کرنے پر کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔ جس کا ایمان مشیت الٰہی میں نہیں ہے اسے بھلا کون مومن بنا سکتا ہے ● کسی میں یہ تاب و طاقت نہیں کہ وہ بغیر اذن رب تعالیٰ ایمان لا سکے۔ البتہ اللہ جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے اور ایمان و ہدایت عطا فرما دے یعنی حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانا اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی تسہیل و توفیق سے ہوتا ہے ✶ رجس یعنی ہر وہ شے جس سے طبیعت کو نفرت و کراہت ہو۔ ہر قبیح کو رجس کہتے ہیں وغیرہ کے معنوں میں عذاب اور بلا بھی شامل ہے جو لوگ حق و باطل میں فرق نہیں کرتے وہ عذاب و بلا کے مستوجب بنتے ہیں ● کائنات میں ہر سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں و نیز عذاب آخرت سے ڈرانے والے ان سب کو دیکھنے جاننے کے باوجود کوئی ایمان نہ لائے اور حق کو قبول نہ کرے تو پھر اسے تباہی و ہلاکت سے ہی سابقہ پڑے گا اپنے انجام اور عذاب آخرت کا وہ خود ذمہ دار ہوگا

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا
نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ
الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَ
اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں جیسے حالات کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے۔ آپ فرمائیے اچھا انتظار کرو۔ بے شک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں ٭(جب وہ عذاب آجاتا تھا) پھر ہم بچا لیتے اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے۔ بلا شبہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ ہمارے ذمہ (کرم پر) ہے کہ ہم بچا لیں گے اہل ایمان کو ٭ فرمائیے اے لوگو! اگر تمہیں کچھ شک ہو میرے دین کے بارے میں تو (سن لو) میں عبادت نہیں کرتا ان (معبودانِ باطل) کی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو مارتا ہے تمہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں اہل ایمان سے۔

٭ ۱۰/۱۰۲ تا ۱۰۴ (ضیاء)

۱۰۲۔ شروع کائنات سے کفار کا یہ طریقہ رہا کہ انبیاء کرام کی خبروں کو جھٹلاتے اور مذاق اڑاتے رہے بلکہ عذاب کو جلدی مانگتے رہے۔ اسی طرح مکہ کے کافروں نے بھی بطورِ مذاق مختلف قسم کی گستاخیاں کیں جن کو یہاں بیان فرمایا گیا۔ لفظ ایام کا یہاں استعمال کرنا تو یا ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے اس لئے کہ ایام سے مراد زمانہ ہے زمانے کا انتظار تو نہیں کیا جاتا نہ وہ فوت کیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ اس عذاب کا انتظار تھا جو پہلے زمانوں میں گزشتہ مردود کفار پر واقع ہوا لفظ خلوا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اب جیسے نہ وہ کفار باقی نہ ان کا نام و نشان رہا سب کے سب گزر گئے نہ یہ باقی رہیں گے اگر کفار اس اشارے کو بھی نہ سمجھیں تو فرما دو۔ پس انتظار کرو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں یعنی تم اپنی ہلاکت کا اور میں تمہاری ہلاکت کا یا تم اپنے پر عذاب نازل ہونے کا اور میں مومنوں کے بچ جانے کا تا آنکہ ان کو بتا دیا جائے کہ دیکھو کافر نبی کی گستاخی کی بناء پر جنگ بدر میں باوجود کثرت کے ہلاک ہوئے اس نے کہ جنگ بدر (میں کفار کی ہلاکت) درحقیقت عذاب الٰہیہ تھا جو بیک وقت مسلمانوں اور فرشتوں کے ہاتھوں وارد ہوا مسلمان فتح یاب ہوئے۔ الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر مزید یقین آگیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم عذاب سے کافر کو ہلاک کرتے ہیں۔ (اشرف التفاسیر)

۱۰۳۔ پھر ہم (کافروں اور منکروں کو ہلاک کر دیتے ہیں اور) اپنے پیغمبروں اور ان کے ماننے والوں کو بچا لیتے ہیں۔ یہ حال گزشتہ کا بیان ہے (یعنی گزشتہ زمانہ میں ہم نے ایسا کیا تھا اور یہی ہمارا دستور ہے) اسی طرح (یعنی گزشتہ پیغمبروں کی طرح) ہم بچا لیں گے مومنوں کو ہمارا یہ وجوبی وعدہ ہے مطلب یہ کہ جیسے گزشتہ پیغمبروں اور مومنوں کو ہم نے بچا لیا اسی طرح نزول عذاب کے وقت

(مظہری)

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیں گے اور بچا لیا (حسب وعدہ) (ہمارے ذمہ کرم پر ہے) ہے۔ اس آیت شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میری دعوت دین کی حقیقت ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھی ہے اور اس وہم میں مبتلا ہو کہ شاید تمہارے مطلب کی باتیں بھی تھوڑی بہت مان لوں تو یہ وہم اپنے دماغ سے نکال دو۔ میرا اعلان صاف صاف یہ ہے کہ میں تمہارے گھڑے ہوئے معبودوں کو نہیں مانتا صرف پروردگار عالم کی عبادت کرتا اور اسی کی طرف دعوت دینے پر مامور ہوں اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد جو کچھ تمہارے جی میں آئے کرو میری راہ میرے لئے ہے تمہاری تمہارے لئے اور فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے (ترجمان القرآن)

لغوی اشارے ✡ **أَيَّام** : دن، اوقات۔ یوم کی جمع۔ یوم سے عموماً طلوع آفتاب سے لے کر غروب تک کا وقت مراد ہوتا ہے اور کبھی اس سے زمانہ کی کوئی مدت یا مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں آسمان و زمین وغیرہ کی پیدائش کے بارے میں ستۃ ایام کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ بعضوں نے ان سے چھ اوقات مراد لئے ہیں اور بعض نے چھ دن۔ ظاہر ہے کہ ان دنوں سے مراد ہماری دنیا کے دن تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ اس وقت زمین آسمان چاند سورج تھے ہی کہاں جو یہ دن ہوتے (فتح القدیر) بس لامحالہ ان چھ دنوں سے مراد ان کی مقدار ہے۔ جمہور کا خیال ہے کہ ان سے مراد ہمارے دنیوی دنوں کی مقدار ہے لیکن ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، ضحاک اور کعب احبار سے مروی ہے کہ ان میں سے ہر دن ایک ہزار برس کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے امام ابن جریر اور متاخرین کی ایک جماعت کی بھی یہی رائے ہے (البدایہ والنہایہ ج ۱) • **نُنَجِّيْ** : جمع متکلم مضارع تَنْجِيَةٌ مصدر (تفعیل) ہم بچالیتے تھے (حکایت حال ماضی) ہم نجات دیں گے ہم بچالیں گے • **شَكٍّ** : شَكَّ يَشُكُّ کا مصدر ہے جس کے معنی شک کرنے کے ہیں نیز بطور اسم بھی مستعمل ہوتا ہے اور شُكُوْكٌ جمع آتی ہے۔ (ل ق)

مفہومات مزید ✡ کفر و نافرمانی میں مبتلا بدنصیبوں کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ لوگ تو ان ہی عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس کا سامنا گزری ہوئی نافرمان قوموں نے کیا تھا۔ آپ فرما دیں کہ تم اپنی بربادی کا انتظار کرو میں بھی تمہاری تباہی و بربادی کا منتظر رہوں۔ سرکش نادان منکروں کافروں کو اپنے کئے کی سزا مل کر رہے گی۔

• کافروں پر نازل شدہ عذاب وہی کفار دیکھیں گے اور بھگتیں گے جب کہ اہل ایمان سعادت مندوں کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اہل حق عذاب سے دور رہیں گے ان کی حفاظت ہوگی اللہ تعالیٰ بچالے گا

• کفار مکہ کے پاس نبوت مہم سے دور چیز تھی تاہم آیات کو دیکھ کر ماننے پر مجبور تھے لیکن بیوقوفی اور بدبختی نے الٹی شک اور تردد میں ڈال رکھا تھا ✡ اہل ایمان معبودان باطل کی ہرگز پرستش نہیں کرتے بلکہ معبود حقیقی خالق کائنات اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے وہ قدرت کاملہ والا ہے زندگی اور موت ہر چیز اسی کے ہاتھ میں ہے

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اور یہ کہ اپنا منہ دین کے لئے سیدھا رکھ سب سے الگ ہو کر اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا * اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا۔ پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوا * اور اگر تجھے اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ک : ت * ۱۰۷ تا ۱۰۵/۱۰)

۱۰۵۔ اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس دین (توحید خالص) کی طرف اپنا رخ رکھنا ہر دین سے کٹ کر اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو جانا۔ یعنی جیسے ایمان پر رہنے دین پر استقامت رکھنے اور حق دین کے ساتھ فرائض ادا کرنے اور برائیوں سے باز رہنے کا بھی حکم دیا گیا ہے (گویا اقامت للدین سے مراد تمام فرائض کی ادائیگی اور ممنوعات سے پرہیز) یا اقامت وجہ سے مراد ہے نماز کو صحیح طرح پورا ادا کرنا۔ (مظہری)

۱۰۶۔ اور نہ عبادت کر اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے تجھے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے تجھے اور اگر تو ایسا کرے گا تو پھر تیرا شمار ظالموں میں ہوگا * جب نفع و ضرر کا کلی اختیار اسی کے دست قدرت میں ہے تو پھر اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرنا کتنی بڑی نادانی ہے۔ (ضیاء)

۱۰۷۔ اگر تیرے اپنے قصور و خطا سے اللہ کی ناراضگی کے باعث تجھ کو معمولی نقصان بھی پہنچے تو وہ بھی کوئی دور کرنے والا نہیں کسی انسان میں طاقت نہیں کہ معمولی تکلیف کو بھی دور کر دے چہ جائیکہ بڑی مصیبت کو دور کر سکے اسی لئے یہاں "یَمْسَسْکَ" کا لفظ بولا گیا جس کا مطلب ہے فقط چھو جانا وہی اللہ تکلیف کو دور کر سکتا ہے یعنی فاعل ذاتی اللہ کے سوا کوئی نہیں * اور اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی قسم کی بھلائی کرنا چاہے تو رب تعالیٰ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نہ چھین سکتا ہے۔ اس جگہ "فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ" فرمانے میں یہ نکتہ ہے کہ تکلیف اور نقصان بندے کے اپنے فعل گناہ خطا وغیرہ سے آتے ہیں مگر بھلائی رحمت اور دنیا و آخرت کی نعمتیں فقط رب تعالیٰ کی عنایت اور فضل سے ملتی ہیں (خازن، کبیر، ابن کثیر) اسی لئے پہلے فرمایا "اِلَّا هُوَ"۔ اِلَّا سے نفی توڑ کر ثبوت پیدا کیا گیا۔ پھر فرمایا "فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ" گویا کہ بندے کا نقصان مطلوب بالعرض ہے اور نفع مطلوب بالذات۔ یہی وجہ ہے کہ نقصان اور تکلیف تو مستحقین کو پہنچتی ہے مگر فضل رب العلمین بلا استحقاق عطا ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے: "اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے" تکلیف اور خسارہ تو صرف نادانوں کو ان کی اپنی کوتاہیوں کی بنا پر ہوتا ہے مگر رزق حلال اور رحمت پروردگار "یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" اپنا فضل پہنچاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے۔ یعنی طیب رزق جو محض فضل ربی سے ملتا ہے وہ بھی اسی اللہ کی عطا ہے بعض نے فرمایا کہ بِهٖ سے مراد نفع و نقصان دونوں ہی ہیں (خازن) مگر صحیح تر یہ ہے کہ صرف خیر مراد ہے (بیضاوی) کیونکہ "من یشاء" کی عمومیت اور "من عبادہ" کی پیار بھری عبارت میں شر یا نقصان کیسے مراد لیا جا سکتا ہے لہذا "یُصِیْبُ بِهٖ" سے صرف خیر اور فضل ہی مراد ہے اسی لئے اس کے آگے ارشاد ہوا "وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" اور وہی اللہ تمام گناہوں کو چھپانے والا یعنی بخشنے والا ہے۔ یہ کرم مومنوں کے لئے ہے رحم کرنے والا ہے دنیا میں سب پر اور آخرت میں صرف ایمان والوں پر۔ یہ عبارت بھی اس کی خیر پر دال ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ اے لوگو! خلق، ایجاد، ابداع، تکوین میں وہ اللہ واحد و منفرد ہے بجز اس کے خیر و شر کا کوئی موجد نہیں لہذا وہی معبود ہو سکتا ہے (اشرف التفاسیر)

لغوی اشارے ★ أَقِمْ : تو راست کر۔ سیدھا کر۔ قائم رکھ۔ اِقَامَةٌ سے جس کے معنی سیدھا کرنے اور قائم رکھنے کے ہیں امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ● وَجْهَكَ : اسم منصوب مضاف کَ ضمیر مضاف الیہ۔ تو اپنا منہ اپنا رخ ● حَنِيْفًا : ایک طرف ہونے والا، حَنَفٌ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ، جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے "حنیف" کہلاتا ہے ● تَدْعُ : تو پکارے، دُعَاءٌ اور دَعْوَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، یہاں لَا موجود ہے اس لئے فعل نہی ہے اور آخر سے واو حرف علت محذوف ہے ● یُصِیْبُ : واحد مذکر غائب مضارع اِصَابَةٌ مصدر (افعال) پہنچے گا، وہ پہنچاتا ہے یعنی عطا فرماتا ہے وہ پہنچاتا ہے یعنی برساتا ہے (لغات القرآن)

معلومات مزید ★ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی کو غور و خوض سے دیکھتا ہے تو دائیں بائیں جانب بلکہ ہر طرف سے نگاہ روک کر دیکھتا ہے اگر دائیں بائیں یا کسی اور طرف دیکھے گا تو اسے غور و خوض کا دیکھنا نہ کہا جائے گا اور رویت کا اصلی مقصد پورا نہ ہوگا اسی لئے آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اپنی تمام توجہ دین حق پر صرف کر دی جائیں۔ ر

● اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے لہذا اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے ★ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نافع نہیں اور بجز حق تعالیٰ کے اور کوئی ضار نہیں لہذا اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرو اور اسی سے رجوع ہو جاؤ۔ اس کے اغیار یعنی اللہ کے ما سوا کو نہ پکارو کیونکہ معبودان باطلہ لاچار، بے بس اور خود محتاج ہیں

● اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جود و کرم والا ہے تمام کائنات اسی کی محتاج ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرنے یا امید رکھنے کی قطعاً ضرورت نہیں اللہ غفور و رحیم ہے اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ
وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

کہہ دیجیے اے لوگو! تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ضرور حق آچکا۔ پھر جو کوئی ہدایت قبول کرتا ہے تو اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنی خرابی کو۔ اور میں تمہارے ذمہ دار نہیں ہوں ✱ اور آپ اس کی پیروی کیے جائیے جو آپ پر وحی کیا جاتا ہے اور صبر کیے رہیے یہاں تک کہ اللہ فیصلہ صادر کر دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۱۰/ ۱۰۸ تا ۱۰۹ ✱ ت: ۲،۶)

۱۰۸۔ (اے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے صحیح واقعی علم آگیا۔ الحق سے مراد ہے صحیح علم یعنی اللہ کی توحید وصفات اور مبداء ومعاد کے احوال قرآن میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بتا دیے اب کسی کے لئے جہالت کا عذر باقی نہیں رہا یا حق سے مراد ہے وہ (قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت) جس کا اثبات اعجاز کے ذریعہ کر دیا گیا اور کسی کو کوئی عذر باقی نہ رہا۔ اب جو شخص ہدایت یاب ہو یعنی اس علم پر ایمان رکھے اور اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلے۔ وہ خود اپنے فائدے کے لئے ہدایت یاب ہوتا (یعنی خود اس کا فائدہ ہوتا) اور وہ جو (راہ حق سے) بھٹک جاتے تھا انکار کرتے تھا تو گمراہی کا ضرر اسی کے نفس پر پڑتا تھا۔ اور میں تمہارا ذمہ دار منتظم نہیں ہوں تمہارے امر کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے کہ تمہاری گمراہی کا مواخذہ (مجھ سے ہوتا) (تفسیر مظہری)

۱۰۹۔ اعتقاداً وعملاً وتبلیغاً آپ تابعداری کیجیے اس کی جو آپ کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے یعنی جیسے اس حق کے تمام ہی طریقے مؤکد طور پر واضح ہو گئے ہیں آپ انہی پر ثابت اور دائماً عمل فرمائیے۔ آپ جب دعوت دیتے ہیں اور وہ آپ کو اذیت پہنچاتے ہیں تو آپ صبر فرمائیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے یعنی آپ کو فتح ونصرت بخشے اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمائے وہ تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کے فیصلے میں کسی قسم کی خطاء کا وہم وگمان نہیں ہے اس لئے کہ اس کے علم کے آگے ظواہر وبواطن کی ہر شے برابر ہے۔ (تفسیر روح البیان)

لغوی اشارے ✱ حَقّ: حق۔ حق کے اصلی معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں اور اس کا استعمال چار طرح پر ہوتا ہے (۱) اس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بناء پر کسی شے کو ایجاد فرمائے اللہ تعالیٰ کو اس لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے "وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ" اور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے جو ان کا سچا مولیٰ ہے۔ (۱۰/ ۳۰) اور "فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ" تو یہ اللہ ہے تمہارا سچا رب۔ (۱۰/ ۳۲)۔ (۲) وہ چیز جو حکمت کے مقتضیٰ کے مطابق ایجاد کی گئی ہو اسی

اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل فعل حق ہیں چنانچہ ارشاد ہوا "هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ٥" وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا بنایا اور چاند چمکتا اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو اللہ نے یہ سب بنایا مگر حق (کے ساتھ بنایا) نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے۔ (۱۰/۵) یعنی چونکہ سورج کی چمک، چاند کی دمک اور اس کی منزلوں کا تقرر تاکہ برسوں کا حساب اور شمار معلوم ہو سکے یہ سب حکمت الٰہی کے مقتضیٰ کے مطابق بنایا گیا ہے اس لئے سب حق ہے۔ (۳) کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفس الامر کے مطابق ہو، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں کا اعتقاد حق ہے۔ ارشاد ہے "فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ" تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سمجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔ (۲/۲۱۳)۔ (۴) وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے چنانچہ قول حق اور فعل حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے "وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ" مگر میری بات قرار پا چکی کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا۔ (۳۲/۱۳) آیت شریفہ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ" اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے۔ (۲۳/۷۱) میں حق سے ذات باری تعالیٰ بھی مراد لی جا سکتی ہے اور وہ حکم بھی جو حکمت الٰہی کے مقتضیٰ کے مطابق ہو۔ یہ بھی واضح رہے کہ حق کا استعمال واجب لازم اور جائز کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥" اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ (۳۰/۴۷) اور "كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥" بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔ (۱۰/۱۰۳) (لغات القرآن)

معلومات مزید ✶ حق یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے یہ تمہارے رب کی طرف سے آخری رسول ہیں ان پر رب تعالیٰ کی شریعت مکمل ہو چکی ہے ان سے جس نے بھی ہدایت لینی ہے اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جس کو ان کی باتیں سننے کے باوجود بھی گمراہی پر رہنا ہو اور حضور ختمی مرتبت آقائے دو جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر نہ آئے تو اس کی اپنی بدنصیبی ہے۔[۳۴] اکثر مفسرین نے حق سے مراد قرآن پاک یا دین حق اسلام لیا ہے مگر اکثر نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مراد لیا ہے اگر اب بھی کوئی حق سے دور رہا تو قرآن و صاحب قرآن سے دور رہا تو فرما دیجیئے کہ میں تمہارا کوئی ذمہ دار نہیں

۳۴ انوار التفاسیر لیا ہے کہ

- اللہ تعالیٰ جو وحی نازل فرماتا ہے اسی کی پیروی کیجیے۔ اس راہ حق میں جو مخالفات اور مشکلات آئیں کفار کی طرف سے تکذیب تکلیف دہی اور ایذا رسانیوں پر صبر کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور وہی سب سے اچھا حاکم ہے اس کے حکم میں غلطی نہیں ہو سکتی وہ ظاہر و باطن ہر چیز کا جاننے والا ہے